ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

23

5 تا 11 جون 2012ء/14 تا 20 رجب المرجب 1433ھ

میں مسلمانوں کے لیے کلمہ طیبہ پر مبنی حکومت قائم کرنا چاہتا ہوں

قائداعظم نے انگلستان سے واپسی کے بعد مولانا ظفر علی خان اور سردار عبدالرب نشتر کی موجودگی میں مندرجہ بالا بیان دیا تھا جو ماہنامہ ''منارہ'' کراچی میں شائع ہوا۔

''میں لندن میں امیرانہ زندگی بسر کر رہا تھا۔ اب میں اسے چھوڑ کر انڈیا اس لیے آیا ہوں کہ یہاں لاالٰہ الا اللّٰہ کی مملکت یعنی پاکستان کے قیام کے لیے کوشش کروں۔ اگر میں لندن میں رہ کر سرمایہ داری کی حمایت کرنا پسند کرتا تو سلطنتِ برطانیہ جو دنیا کی عظیم ترین سلطنت تھی، مجھے اعلیٰ سے اعلیٰ مناصب اور مراعات سے نوازتی۔ اگر میں روس چلا جاؤں یا کہیں بیٹھ کر سوشلزم، مارکسزم یا کمیونزم کی حمایت شروع کر دوں تو مجھے بڑے سے بڑا اعزاز بھی مل سکتا ہے اور دولت بھی، مگر علامہ اقبال کی دعوت پر میں نے دولت اور منصب دونوں کو تج کے انڈیا میں محدود آمدنی کی دشوار زندگی بسر کرنا پسند کیا ہے تاکہ پاکستان وجود میں آئے اور اس میں اسلامی قوانین کا بول بالا ہو، کیونکہ دنیا کی نجات اسلامی نظام ہی میں ہے۔

مبشراتِ پاکستان

الحاج ظہور الحسن قادری

اس شمارے میں

28 مئی یومِ تکبیر؟

شفاعتِ باطلہ کی نفی اور اُخروی سزا و جزا کا تصوّر

حقیقتِ جہاد

ابلیس کی بے لباس تہذیب اور اسلام

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ

دفاعِ پاکستان...... مگر کیسے؟

قرآن اکیڈمی لاہور میں رُوح پرور تقریب

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

الھدیٰ (516)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سورۃ ہود

(آیات: 101 تا 103)

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۭ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ ﴿۱۰۱﴾ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴿۱۰۲﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ۭ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ﴿۱۰۳﴾

اور ہم نے ان لوگوں پر ظلم نہیں کیا بلکہ انہوں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا غرض جب تمہارے پروردگار کا حکم آ پہنچا تو جن معبودوں کو وہ اللہ کے سوا پکارا کرتے تھے وہ ان کے کچھ بھی کام نہ آئے۔ اور تباہ کرنے کے سوا ان کے حق میں کچھ اور نہ کر سکے۔ اور تمہارا پروردگار جب نافرمان بستیوں کو پکڑا کرتا ہے تو اس کی پکڑ اسی طرح کی ہوتی ہے۔ بیشک اُس کی پکڑ دکھ دینے والی (اور) سخت ہے۔ ان (قصوں) میں اس شخص کے لیے جو عذابِ آخرت سے ڈرے عبرت ہے۔ یہ وہ دن ہوگا جس میں سب اکٹھے کیے جائیں گے اور یہی وہ دن ہوگا جس میں سب (اللہ کے روبرو) حاضر کیے جائیں گے۔

بلکہ انہوں نے اپنی جانوں پر خود ہی ظلم ڈھایا تو جب تیرے رب کا حکم آ گیا، تو ان کے وہ معبود جنہیں وہ اللہ کو چھوڑ کر پکارا کرتے ان کے کچھ بھی کام نہ آ سکے اور تباہ کرنے کے سوا ان کے حق میں کچھ اور نہ کر سکے۔ اور اے نبی ﷺ تمہارا پروردگار جب نافرمان بستیوں کو پکڑا کرتا ہے تو اس کی پکڑ اسی طرح کی ہوتی ہے۔ یقیناً اس کی پکڑ بڑی دردناک بھی ہے اور بڑی سخت بھی ہے۔ جیسا کہ آخری پارے میں ان بطش ربك لشديد۔ یعنی اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے۔ پھر جب باز نہیں آتا تو پکڑتا ہے اور پھر چھوڑتا نہیں۔ یقیناً اس میں نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو آخرت کے عذاب سے ڈرتے ہوں یعنی دنیا کا عذاب آخرت کی یاد دہانی ہے۔ وہ وہ دن ہے جس میں لوگوں کو لامحالہ جمع کیا جائے گا۔ اور وہ پیشی کا دن ہے۔ سب کو پیش ہونا ہوگا۔ یعنی تمام دنیا کا بیک وقت فیصلہ اسی دن ہوگا جب سارے اوّلین و آخرین اکٹھے کئے جائیں گے اور کوئی شخص غیر حاضر نہ رہ سکے گا۔ گویا خدائی عدالت کی پیشی کا دن وہی ہوگا۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

تقویٰ اور حسن اخلاق

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ جُنْدُبِ بْنِ جُنَادَةَ وَاَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : ((اِتَّقِ اللّٰهَ حَیْثُمَا کُنْتَ، وَاَتْبِعِ السَّیِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا، وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ)) (رواۃ الترمذی)

سیدنا ابوذر جندب بن جنادہ رضی اللہ عنہ اور ابو عبدالرحمٰن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم جہاں کہیں بھی ہو، اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھا کرو اور گناہ کے بعد نیکی کر لیا کرو، وہ نیکی اس گناہ کو مٹا ڈالے گی۔ اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آیا کرو۔''

تشریح: اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے بچنے کا نام تقویٰ ہے۔ تقویٰ تمام نیکیوں کی بنیاد ہے۔ اِس لئے حکم دیا گیا ہے کہ انسان جہاں کہیں بھی ہو (اور جس حال میں ہو) اللہ کا تقویٰ اختیار کرے کہ اس طرح وہ گناہوں سے بچا رہے گا۔ شیطان کا وار اُس پر اثر نہیں کرے گا۔ اگر کہیں غفلت میں مبتلا ہو کر اُس سے گناہ کا صدور ہو جائے تو فوراً نیکی کا کام کرے اس لئے کہ نیکیاں بہت سے صغیرہ گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔ دوسرے یہ کہ معاشرتی زندگی میں بندۂ مومن کی بہترین صفت حسن اخلاق ہے سو حکم ہے اعلیٰ اخلاق کو اختیار کیا جائے۔

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان' نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ
لاہور

ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

5 تا 11 جون 2012ء جلد 21
14 تا 20 رجب المرجب 1433ھ شمارہ 23

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر: ایوب بیگ مرزا

نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36313131
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......450 روپے
بیرون پاکستان

انڈیا----------------------(2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

28 مئی یومِ تکبیر؟

1974ء میں بھارت نے ایٹمی تجربہ کیا تو پاکستان میں ذوالفقار علی بھٹو وزیراعظم تھے۔ انہوں نے ہنگامی طور پر کابینہ کا اجلاس طلب کیا اور فیصلہ کیا گیا کہ پاکستان بھی ایٹمی صلاحیت حاصل کرے گا۔ انہوں نے یہ تاریخ ساز جملہ بھی کہا کہ ہم گھاس کھالیں گے مگر ایٹم بم ضرور بنائیں گے۔ اگرچہ قناعت اور سادگی کے حوالے سے حکمران اپنے ان الفاظ کو عملی جامہ تو نہ پہنا سکے لیکن ایٹمی صلاحیت حاصل کرنے کی کوشش کسی نہ کسی انداز میں جاری رہی۔ یہی وہ زمانہ تھا جب ڈاکٹر عبدالقدیر ہالینڈ کی انتہائی پرکشش ملازمت چھوڑ کر پاکستان پہنچے اور اپنی خدمات پیش کر دیں۔ بھٹو نے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا اور وسائل فراہم کرنے کی بھرپور یقین دہانی کرائی۔

ہم قومی سطح پر ایک نفسیاتی برائی کا شکار ہیں۔ وہ یہ کہ ہم کسی کی دوستی اور دشمنی میں اندھے ہو جاتے ہیں۔ دوست کے نقائص اور دشمن کے اوصاف کو تسلیم کرنے کی بجائے جھوٹی تاویلات کا سہارا لیتے ہیں، حالانکہ یہ اسلامی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے۔ ہمیں حق گوئی سے کام لینا چاہیے اور اس بنیاد پر کسی کی ناراضگی یا خوشی کو خاطر میں نہیں لانا چاہیے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ بھٹو نے اپنے پانچ سالہ دور میں جہاں مذہبی سیاسی اور معاشی حوالہ سے ہمالائی غلطیاں کیں، وہاں دو کام ایسے کیے جنہیں پاکستان کی تاریخ میں سنہری حروف میں لکھا جائے گا: (i) ایٹمی صلاحیت کے حصول کا آغاز (ii) اسلامی بلاک کے قیام کی کوشش۔ اگرچہ یہ دونوں کام اُس کی زندگی میں پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکے اور اسلامی بلاک کا خواب تو آج تک شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا، لیکن بھٹو نے ان ہی دو مقاصد کے حصول کے لیے جان دے دی۔ امریکی وزیر خارجہ ہنری کسنجر کا لاہور کے گورنر ہاؤس میں بھٹو کو یہ کہنا کہ جس رُخ پر تم جا رہے ہو اگر تم باز نہ آئے تو تمہیں عبرتناک سزا دی جائے گی، بھٹو کو امریکہ کی طرف سے دیا گیا یہ الٹی میٹم اب ہماری مستند تاریخ کا حصہ بن چکا ہے۔ کسی نے بالکل درست کہا تھا کہ بھٹو کو اصلاً تو امریکہ نے مروایا تھا، ضیاء الحق کا رول تو تارا مسیح سے زیادہ نہیں تھا۔ یہ بحث چھڑ ہی گئی ہے تو ہم یہ وضاحت کر دیں کہ بھٹو کے خلاف جو نواب احمد خان قصوری کے قتل کا مقدمہ قائم ہوا تھا وہ سچا ہو گا لیکن بھٹو اگر مذکورہ بالا دو مقاصد کے حصول سے پیچھے ہٹ جاتا تو قتل کا یہ مقدمہ سچا ہونے کے باوجود قائم نہ ہوتا۔

ایٹمی صلاحیت کے حصول کی کوشش میں جنرل ضیاء الحق بھی پیچھے نہ رہے۔ ذوالفقار علی بھٹو کی طرح انہیں بہت زیادہ رکاوٹیں پیش نہ آئیں، کیونکہ افغانستان میں سوویت یونین کے خلاف جہاد شروع ہو چکا تھا اور امریکہ کو پاکستان اور ضیاء الحق کی بہت ضرورت تھی۔ اگرچہ امریکی دباؤ جاری رہا لیکن ضیاء الحق نے ثابت قدمی سے اس پروجیکٹ پر کام جاری رکھا اور حقیقت یہ ہے کہ 1984ء میں پاکستان ایٹمی صلاحیت حاصل کرنے کے آخری مرحلے میں پہنچ چکا تھا اور کولڈ ٹیسٹ کر لیا گیا تھا۔ سوویت یونین شکست خوردہ ہو کر افغانستان سے نکلا تو امریکہ نے فوراً تیور بدل لیے، لہٰذا رول بیک کرنے کے لیے امریکہ کا دباؤ شدید ہو گیا، لیکن غلام اسحاق خان نے اپنے بیوروکریٹک (Beaurocratic) ماضی کے باوجود امریکی دباؤ کا مقابلہ کیا۔ بے نظیر اور نواز شریف کا دور آیا تو ایٹمی معاملات مکمل طور پر فوج کے ہاتھ میں جا چکے تھے۔ 11 مئی 1998ء کو بھارت نے دوسرا ایٹمی دھماکہ کیا تو نواز شریف وزیراعظم تھے۔ وہ دو طرفہ دباؤ میں آ گئے۔ امریکہ انتباہ کر رہا تھا کہ ایٹمی دھماکہ نہ کیا جائے اور عوامی دباؤ تھا کہ دھماکہ کیا جائے۔ فوجی ڈکٹیٹر ہوتا تو عوامی دباؤ کو خاطر میں نہ لاتا۔ فوج کا رویہ پاکستان میں ہمیشہ یہ رہا ہے کہ خود حکومت کر رہے ہوں یعنی کسی جرنیل کی حکومت ہو تو امریکہ کی بے چون و چرا غلامی کرتے ہیں اور اگر ملک میں سول حکومت ہو تو پھر اُن کا جھکاؤ بھی عوامی رجحان کی طرف ہوتا ہے۔ لہٰذا پاکستان نے 28 مئی 1998ء کو پانچ ایٹمی دھماکے اور اگلے دن ایک دھماکہ کیا، جس پر امریکہ نے مکمل طور پر مالی پابندیاں عائد کر دیں۔ 28 مئی کو یومِ تکبیر کا نام دیا گیا۔ ہم نے ایٹمی صلاحیت

حاصل کرنے کی جو مختصر ترین الفاظ میں کہانی بیان کی ہے اُس کا مقصد عوام و خواص سے یہ سوال کرنا تھا کہ آیا 28 مئی 1998ء پاکستان کے لیے یومِ تکبیر ثابت ہوا؟ ہماری رائے میں آج پاکستان سیاسی، معاشی اور سلامتی کے حوالہ سے جن تشویشناک بلکہ خوفناک حالات سے دوچار ہے ایسا نہ بھی ہوتا اور پاکستان 1998ء سے آج بہتر حالات میں ہوتا تب بھی یہ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ 28 مئی یومِ تکبیر ہے۔ اس لیے کہ ہمارا ایمان ہے اور قوی ایمان ہے کہ امت مسلمہ یا اُس کا کوئی حصہ خصوصاً پاکستان کے لیے کسی بڑے پن یا اُس کی کسی قسم کی عظمت اور سطوت کا اُس وقت تک کوئی سوال نہیں جب تک یہاں صرف اور صرف اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کو فیصلہ کن انداز میں بڑا تسلیم نہ کر لیا جائے۔ مسلمانوں کی بڑائی صرف اللہ تعالیٰ کی بڑائی کے زیر سایہ قائم ہو سکتی ہے۔

سورۃ المدثر مکی سورتوں میں بھی آغاز کی سورتوں میں سے ہے۔ اللہ ربّ العزت اپنے محبوب ﷺ کو حکم دیتا ہے (ترجمہ): ''اے اوڑھ لپیٹ کر لیٹنے والے! اُٹھیے اور خبردار کریں اور اپنے رب کی بڑائی کا اعلان کریں''۔ ان آیات کے نازل ہونے سے لے کر زندگی کے آخری سانس تک آپ ﷺ نے اپنی بہترین صلاحیتیں اور اوقات اس کام کے لیے وقف کر دیں اور اکیس سال کی قلیل مدت میں جزیرہ نمائے عرب میں رب کی بڑائی قائم کر کے دکھا دی۔ صحابہ کرام ؓ نے آپ کی پیروی کو زندگی کا مقصد بنایا اور دنیا کے ایک بہت بڑے حصے نے بھی تکبیر رب کا نظارہ کر لیا۔ پھر جوں جوں مسلمان اسلام سے دور ہوتے چلے گئے ہم سے ہمارا بڑا پن چھنتا چلا گیا۔

ریاست مدینہ کے بعد ریاست پاکستان دنیا کی پہلی ریاست تھی جو اس نظریہ کی بنیاد پر قائم کی گئی تھی کہ یہاں اللہ تعالیٰ کی بڑائی عملی طور پر قائم کی جائے گی۔ اس ریاست کا مطلب ہی لاالٰہ الااللہ بتایا گیا تھا، لیکن جو کچھ یہاں ہوا اُس کا ماتم کرنے کا نہ وقت ہے نہ ضرورت، اس لیے کہ حالات سب پر عیاں ہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ دنیا کی ساتویں ایٹمی قوت بننے کے بعد جتنے ذلیل و رسوا ہم ہوئے وہ اس سے پہلے نہ تھے۔ بڑا پن ایٹمی اسلحہ کے ذخیرہ سے وجود میں آسکتا تو سوویت یونین کبھی شکست و ریخت سے دوچار نہ ہوتا۔ اس کا ہرگز ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اسلام جدید ترین اسلحہ یا سلامتی کے لیے حفاظتی اقدام کرنے سے روکتا ہے۔ ہمیں تو قرآن سے اس حوالہ سے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ خود کو دشمنانِ اسلام کے خلاف جہاد و قتال کے لیے تیار رکھو۔ مقصودِ بیان یہ ہے کہ جب تک نظریۂ پاکستان کو حقیقی اور عملی تعبیر نہیں دی جاتی، پاکستان کے لیے دنیا میں عزت و عظمت حاصل کرنا ممکن نہیں اور محض ایٹمی دھماکہ کر کے اُس دن کو یومِ تکبیر قرار دینا خود فریبی کے سوا کچھ نہیں۔ پاکستان کا یومِ تکبیر صرف اور صرف وہ دن قرار دیئے جانے کا حقدار ہوگا جب اس ملک میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بڑائی قائم کی جائے گی۔ تب تکبیر رب کے سائے میں پاکستان کے بڑے پن کو دنیا تسلیم کرنے پر مجبور ہوگی۔

☆☆☆

بیانیہ مجلس اسرار

پاکستان کی بقا و استحکام اور دفاع کا ناگزیر تقاضا

نظامِ خلافت کا قیام

ہمیں جو سیاسی و اقتصادی نظام —— اور سماجی اور معاشرتی اقدار انگریز سے وراثت سے ملی تھیں، اور جنہیں ہم نے "Status Quo" کے انداز میں نہ صرف عملاً بلکہ ذہناً بھی برقرار رکھا ہوا ہے، اس کے اہم خدوخال یہ ہیں:

1۔ مخلوط قومیت یعنی نیشنلزم کا وہ تصور جس نے مغرب کے سیکولرازم کی کوکھ سے جنم لیا ہے اور جس کی کلی نفی کی بنیاد پر پاکستان کی تحریک چلائی گئی تھی۔

2۔ پارلیمانی جمہوریت جس کی ابتدائی تربیت بھی انگریز نے ہمیں دے دی تھی۔

3۔ صوبوں کے نام اور حدود جو انگریز نے اپنی انتظامی مصلحتوں کے تحت معین کی تھیں اور جنہیں ہم مستقل اور دائمی ہی نہیں، مقدس سمجھے بیٹھے ہیں!

4۔ بینکنگ کا وہ نظام جس کی بنا پر ہماری پوری صنعت و تجارت بلکہ پوری معیشت میں سود کی نجاست سرایت کیے ہوئے ہے اور جس کے نتیجے میں گویا پوری قوم اور پورا ملک اللہ اور رسول ﷺ سے برسرِ پیکار ہے۔

5۔ جوئے، سٹے اور لاٹری کی وہ لعنتیں جنہیں قرآن مجید نے ﴿رِجۡسٌ مِّنۡ عَمَلِ الشَّیۡطٰنِ﴾ (شیطان کے ناپاک کام) قرار دیا ہے۔

6۔ جاگیرداری اور غیر حاضر زمینداری (Absentee Land lordism) کا وہ نظام جو ظلم اور استحصال کی سب سے بڑی اور مکروہ ترین صورت ہے اور جس میں دو بار کی نام نہاد اصلاحات کے باوجود کوئی بنیادی فرق واقع نہیں ہوسکا۔

7۔ وہ مخلوط معاشرت جس کے نتیجے میں مغرب میں شرم و حیا اور عفت و عصمت کا دیوالہ نکلا، گھر کا سکون ختم ہوا اور خاندان کا نظام درہم برہم ہو گیا اور یہ آخری شے تو وہ ہے جو انگریز کے دورِ حکومت میں بھی ہمارے معاشرے میں اس درجہ راسخ نہیں ہو سکی تھی جتنی آج ہے اور روز بروز دن دونی رات چوگنی ترقی کر رہی ہے۔

اب ضرورت اس بات کی ہے کہ اس پورے نظام کو بدلنے کے لیے ایک عوامی تحریک برپا کی جائے، اور اس نظامِ عدلِ اجتماعی کو قائم کرنے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دی جائے جس کا مجموعی عنوان ''نظامِ خلافت'' ہے اور جس کے بارے میں مفکر اور مصورِ پاکستان نے فرمایا تھا ؏ ''تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار۔ لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر!''۔ اس لیے بھی کہ یہی قیامِ پاکستان کا اصل مقصد تھا، اور اس لیے بھی کہ یہی پاکستان کی بقا اور استحکام کا ضامن بن سکتا ہے۔ پاکستان کے دفاع کے لیے ایک طرف جہاں یہ ضروری ہے کہ ہم افواجِ پاکستان کو مضبوط سے مضبوط تر بنائیں۔ دوسری طرف وہاں پاکستان کا اصل اور حقیقی دفاع اس میں مضمر ہے کہ یہاں اسلام کے ''نظامِ خلافت'' کو بہ تمام و کمال رائج و قائم کریں۔

شفاعتِ باطلہ کی نفی اور
اُخروی سزا و جزا کا تصوّر

سورۃ النجم کے دوسرے رکوع کی روشنی میں

مسجد جامع القرآن لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم **حافظ عاکف سعید** حفظہ اللہ کے 25 مئی 2012ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[خطبۂ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد]

گزشتہ جمعہ سورۂ نجم کے پہلے رکوع کا مطالعہ ہم نے کیا تھا۔ اس رکوع میں حضور ﷺ کے سفر معراج کے آسمانی حصہ کا تذکرہ ہے۔ اسی حوالے سے ان دو واقعات کی طرف اشارہ ہے جب نبی اکرم ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اصل شکل میں دیکھا۔ مشرکین مکہ کے اس عقیدے کا بھی ذکر ہے جس کے مطابق ان کا کہنا تھا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ اس کی سختی سے تردید کی گئی کہ تم نے لات، منات اور عزیٰ کے نام سے فرشتوں کے جو بت بنا رکھے ہیں وہ تمہارے ذہن کی پیداوار ہیں۔ اس نام کے فرشتوں کا وجود ہی نہیں۔ دوسرے تم کتنے ناانصاف ہو کہ تمہارے گھر بیٹی کی پیدائش ہو تو تمہارے چہرے سیاہ پڑ جاتے ہیں اور اللہ کے بارے میں جھوٹ گھڑتے ہو کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ حالانکہ اللہ کو اولاد کی حاجت نہیں، تمہارا یہ عقیدہ بدترین شرک ہے۔ تم کیسے بے عقل ہو کہ اللہ کی طرف سے واضح ہدایات اور رہنمائی کے باوجود خواہشات نفس کی پیروی کر رہے ہو۔ دوسرے رکوع کے آغاز میں بھی اسی مضمون کے تسلسل میں ارشاد ربانی ہے:

﴿وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَرْضٰى (26)﴾

''اور آسمانوں میں بہت سے فرشتے ہیں جن کی سفارش کچھ بھی فائدہ نہیں دیتی مگر اس وقت کہ اللہ جس کے لیے چاہے اجازت بخشے اور (سفارش) پسند کرے''۔

ان کے تصورات وعقائد میں یہ بھی تھا کہ یہ فرشتے ہماری سفارش کریں گے۔ ان کا یہ تصور بالکل بے بنیاد ہے۔ اگرچہ آسمان میں بڑے بلند پایہ فرشتے ہیں جو بڑے رسوخ والے بھی ہیں۔ لیکن کسی فرشتے کی کوئی شفاعت ان کے کسی کام نہیں آ سکتی۔ شفاعت کے حوالے سے اللہ کا اصول یہ ہے کہ روز محشر وہ سفارش کر سکے گا جسے اللہ تعالیٰ اجازت دے گا اور جس کے حق میں اجازت دے گا صرف اسی کی سفارش کرے گا۔ قرآن مجید میں کچھ مقامات پر تو شفاعت کی Categorically نفی کی گئی ہے۔ سورۂ بقرہ میں آیۃ الکرسی سے پہلے جو آیت آئی ہے:

﴿يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ﴾
(البقرۃ:254)

''اس دن نہ کوئی سودے بازی ہوگی، نہ کوئی دوستی کام آئے گی نہ کوئی شفاعت کر سکے گا''۔

یہاں شفاعت کی کلی نفی ہے۔ لیکن بعض مقامات پر اثبات بھی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ شفاعت باطلہ کا جو تصور تم رکھے ہوئے ہو، وہ سو فیصد غلط ہے۔ ہاں ایک شفاعت ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو اعزاز کے طور پر انہیں موقع دے گا۔ نبی اکرم ﷺ بھی اپنی امت کے لیے شفاعت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت ہمارے حق میں قبول فرمائے (آمین)۔ بہرحال قرآن میں شفاعت کے حوالے سے یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو اجازت دے گا وہی سفارش کر سکے گا۔

﴿يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ صَفًّا ڏ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا (38)﴾ (النبا)

''جس دن روح (الامین) اور فرشتے صف باندھ کر کھڑے ہوں گے تو کوئی بول نہ سکے گا مگر جس کو رحمٰن اجازت بخشے اور اس نے بات بھی درست کہی ہو''۔

اُس دن کوئی اپنے بل پر کھڑا ہو کر بات نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے جو کھڑا ہوگا، وہ بھی صحیح صحیح بات کرے گا اور اسی کے حق میں شفاعت کر سکے گا جس کے لیے اللہ کی اجازت ہوگی۔ یہ قرآن کا تصور شفاعت ہے۔ شفاعت باطلہ یہ ہے کہ کچھ ہستیاں ہیں جو خود اپنی جگہ ایک مقام رکھتی ہیں۔ وہ جس کے لیے چاہیں شفاعت کر سکتی ہیں۔ ہمارے ہاں تو تصور یہ ہے کہ سب کو کسی نہ کسی طریقے سے بخشوا دیا جائے گا۔ قرآن مجید واضح طور پر ایسے ہر تصور کا انکار کرتا ہے۔ اس لیے کہ روز محشر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اللہ تجھے تو معلوم نہیں ہے (معاذ اللہ)۔ یہ بڑا نیک شریف تھا، میں جانتا ہوں لہٰذا اس کے حق میں شفاعت کرتا ہوں۔ دنیا میں بھی کسی بے ایمان، دھوکے باز اور چور کے حق میں کوئی سفارش کے لیے تیار نہیں ہوتا جبکہ اللہ سے تو کوئی بات پوشیدہ نہیں۔ لہٰذا قرآن مجید کا تصور شفاعت یہ ہے کہ فرشتے موجود ہیں، بڑی بلند مرتبت ہستیاں موجود ہیں، لیکن کوئی شفاعت کرے گا تو وہ اللہ کی اجازت کے ساتھ کرے گا۔ آگے فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰۗىِٕكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى (27)﴾

''جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ فرشتوں کو (اللہ کی) لڑکیوں کے نام سے موسوم کرتے ہیں''۔

یہاں ان کی اصل بیماری کی نشاندہی کی جا رہی ہے کہ وہ آخرت کو ماننا نہیں چاہتے۔ اگر اس آخرت کو مانیں جس کی خبر انبیاء اور پیغمبر دیتے آئے ہیں تو پھر عیاشیوں، اللے تللوں، من مانیوں، فرعونیت اور قارونیت سے اپنے آپ کو روکنا پڑے گا۔ لہٰذا اس آخرت کو ماننے کے لیے تیار نہیں بلکہ اپنا تصور آخرت خود ہی گھڑا ہوا ہے۔ ان کے نزدیک اوّل تو یوم حساب

ہو گا نہیں اور ہوا بھی تو یہ فرشتے جو اللہ کی بیٹیاں ہیں یہ اس کی بڑی چہیتی ہیں، ہم نے ان کے بت بنا کر رکھے ہوئے ہیں۔ ہم ان کو خوش کر رہے ہیں۔ نذرانے دیتے ہیں۔ اگر کبھی ایسا موقع آیا تو یہ اللہ کے ہاں ہماری سفارش کریں گی اور ہم بچ جائیں گے۔ اس تصورِ باطلہ کی وجہ یہ ہے کہ حقیقت میں وہ آخرت کو ماننا نہیں چاہتے۔

اگلی آیہ مبارکہ میں ان پر ان کی بے خبری واضح کی گئی ہے، فرمایا:

﴿وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـــًٔا (28)﴾

’’حالانکہ ان کو اس کی کچھ خبر نہیں۔ وہ صرف ظن پر چلتے ہیں اور ظن یقین کے مقابلے میں کچھ کام نہیں آتا‘‘۔

ان کے پاس کوئی علم نہیں ہے، کوئی سند نہیں۔ یہ تو محض قیاسات، ظن اور گمان کی پیروی کر رہے ہیں۔ جن کی کوئی حقیقت نہیں۔ یہ تصورات انہوں نے خود ہی بنا لیے ہیں۔ یہ ان کے اپنے ہی تراشیدہ خیالات ہیں جو حق کے مقابلے میں ذرا بھی مفید نہیں ہیں۔ حقیقت اپنی جگہ رہے گی۔ کوئی ظن کا کتنا بڑا کوہ ہمالہ تراش لے وہ صفر ہے، اس کی وجہ سے حقیقت نہیں بدل جائے گی۔

﴿فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ڏ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا (29)﴾

’’تو جو ہماری یاد سے رُوگردانی کرے اور صرف دنیا ہی کی زندگی کا خواہاں ہو اس سے تم بھی منہ پھیر لو‘‘۔

یہ الھدیٰ، یہ قرآن، اللہ کا تحفہ ہے، یہ عظمت والی کتاب ہے۔ یہ اس صاحب عظمت کا کلام ہے جس کی عظمت کو ہم تصور میں لا نہیں سکتے۔ اے نبی ﷺ جو ہمارے اس کلام سے، ذکر سے منہ پھیرے آپؐ اس کو چھوڑ دیجیے، منہ نہ لگایئے۔ یہ مشرکین مکہ کو سنایا جا رہا ہے کہ تم بڑے صاحب ثروت ہو، طائف کے اندر تمہارے باغات ہیں، تمہارا کاروبار بہت بڑا ہے۔ دنیا والے تمہیں سردار کہتے ہیں، لیکن اگر تم اس قرآن کی تعلیمات سے منہ پھیرتے ہو اور صرف دنیا ہی مطلوب ہے تو اللہ کے ہاں تمہاری کوئی حیثیت نہیں۔ آج مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کا حال اس سے مختلف نہیں ہے۔ ہم عقیدے کے اعتبار سے اللہ کو مانتے ہیں، آخرت کو مانتے ہیں۔ رسالت اور قرآن کو بھی مانتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں کی عظیم اکثریت کا مطلب و مقصد صرف دنیا ہے، انہیں سروکار ہی نہیں کہ قرآن میں کیا لکھا ہوا ہے۔ وہ قرآن پڑھنے کی بجائے اپنا وقت دنیا کمانے میں لگانا پسند کرتے ہیں۔ وہ جب بخشے بخشائے ہیں تو پھر عمل کرنے کی کیا ضرورت ہے، کیوں حرام سے بچیں، جب سفارشی موجود ہیں تو دنیا میں موج کیوں نہ اُڑائیں۔ دراصل شفاعت باطلہ کا تصور ہو تو آخرت کا ایمان بالکل غیر مؤثر ہو جاتا ہے۔ اگرچہ یہاں مشرکین کے عقائد کا ذکر ہو رہا ہے لیکن مسلمانوں میں بھی بہت سے لوگوں کی زندگی کا مطلوب و مقصود دنیا کمانا، دنیا میں عیش و آرام کرنا ہی ہے۔ اللہ سب کو اس کیفیت سے بچائے۔ آگے فرمایا:

﴿ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۙ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى (30)﴾

’’ان کے علم کی یہی انتہا ہے۔ تمہارا رب اس کو بھی خوب جانتا ہے جو اس کے رستے سے بھٹک گیا اور اس سے بھی خوب واقف ہے جو رستے پر چلا‘‘۔

ان کے علم کی رسائی اسی دنیا تک ہے، وہ دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ بیٹھے ہیں۔ اس سے آگے وہ کچھ سوچنے کے لیے تیار ہی نہیں ہیں۔ اصل حقائق کی طرف توجہ کرنے کے لیے آمادہ ہی نہیں ہیں۔ ایک جگہ قرآن میں الفاظ آئے ہیں:

﴿يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ښ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ﴾ (الروم:7)

’’یہ تو دنیا کی ظاہری زندگی کو جانتے ہیں اور آخرت (کی طرف) سے غافل ہیں‘‘۔

یہ دنیا کی زندگی کے بھی صرف ظاہر کو جانتے ہیں، اصل حقیقت کو نہیں جانتے۔ دنیا کی زندگی کی اصل حقیقت نبی ﷺ نے بتائی جو صحابہؓ نے سمجھی تھی۔ ان کے نزدیک دنیا کی زندگی کا وہی مقام تھا جو حضور ﷺ نے معین کیا۔ اس حوالے سے بہت سے واقعات کتب سیرت میں منقول ہیں۔

ایک واقعہ حضرت جابر بن عبداللہ ؓ بیان فرماتے ہیں کہ:

رسول اللہ ﷺ کا ایک گاؤں (جو کہ مدینہ کے اطراف میں بلندی پر واقع ہے) سے آتے ہوئے (مدینہ طیبہ کے) بازار سے گزر ہوا کچھ لوگ آپؐ کے ہمراہ تھے آپؐ نے چھوٹے کان والے بکری کے مردہ بچے کو پڑا دیکھا تو اسے کان سے پکڑ کر حاضرین سے سوال کیا: ’’تم میں سے کون ہے جو اسے ایک درہم میں لینا پسند کرے؟‘‘ انہوں نے عرض کیا۔ حضورؐ! ہم تو اسے کسی قیمت پر بھی لینا پسند نہیں کرتے، یہ ہمارے کس کام آئے گا؟ آپؐ نے فرمایا: ’’(نہیں بلکہ) تم اسے اپنے لیے پسند کرتے ہی ہو۔‘‘ انہوں نے عرض کیا خدا کی قسم! اگر یہ زندہ بھی ہوتا تو معیوب ہونے کی وجہ سے خریدنے کے لیے موزوں نہ تھا، اب تو یہ کانوں کے عیب کے باوجود مُردہ بھی ہے۔ پھر آپؐ نے (اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) فرمایا: ’’خدا کی قسم! اللہ کے نزدیک دنیا اس سے زیادہ حقیر اور بے وزن ہے جتنا یہ مُردہ بچہ تمہاری نگاہ میں بے وزن اور حقیر ہے‘‘۔ (مسلم)

بہرحال اس آیت میں ایک طرف نبی ﷺ کو تسلی دی گئی تو دوسری طرف انہیں سنایا جا رہا ہے کہ اے نبی ﷺ آپ کا رب خوب جانتا ہے کون ہے جو بھٹکا ہوا ہے سیدھے راستے سے اور کون راہ راست پر ہے۔ مشرکین مکہ کو خطاب کر کے کہا جا رہا ہے کہ تم ان پر الزام لگاتے ہو، معاذ اللہ کہ یہ فاطر العقل ہیں، بہکی بہکی باتیں کر رہے ہیں تو اے نبی ﷺ آپ گھبرایئے نہیں، آپ کا رب خوب جانتا ہے کہ کون شخص پٹڑی سے اترا ہوا ہے اور کون ہے جو راہ ہدایت پر ہے۔ لہٰذا آپؐ پوری دلجمعی سے اپنا کام کرتے رہیے۔ ان کی باتوں کی طرف توجہ ہی نہ دیجیے۔ اور انہیں نظرانداز کیجیے۔

اگلی آیت میں ارشاد ہے:

﴿وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى (31)﴾

’’اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے (اور اس نے خلقت کو) اس لیے (پیدا کیا ہے) کہ جن لوگوں نے بُرے کام کیے ان کو ان کے اعمال کا (بُرا) بدلہ دے اور جنہوں نے نیکیاں کیں ان کو نیک بدلہ دے‘‘۔

یہ بات کہ زمین کا خالق و مالک اللہ ہے، یہودی بھی مانتے ہیں، عیسائی بھی مانتے ہیں۔ مشرکین عرب بھی اللہ کو خالق مانتے تھے۔

﴿وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ﴾ (لقمان:25)

’’اگر ان (مشرکین مکہ) سے پوچھا جائے کہ

آسمانوں اور زمین کا خالق کون ہے تو کہیں گے اللہ ہی ہے‘‘۔

اللہ کو ماننے کے ساتھ ضروری ہے کہ نہ صرف شرک سے بچا جائے بلکہ اللہ کے احکام بھی مانے جائیں۔ اسی طرح جب خالق و مالک وہ ہے تو حکومت بھی اس کی ہونی چاہیے۔ اس کی مرضی اس زمین پر چلنی چاہیے۔ قانون اس کا ہونا چاہیے، لیکن آج پوری دنیا بشمول تمام اسلامی ممالک ہر جگہ ابلیسی نظام کا راج ہے۔ ہمیں اس کی کوئی فکر نہیں ہے۔ ہماری تشویش صرف دنیاوی مسائل کے حوالے سے ہے۔ پاکستان میں تو 96 فیصد مسلمان ہیں۔ یہاں مسلمانوں کو اقتدار ملا ہوا ہے لیکن ہم نے 65 سالوں میں اس خطے پر اللہ کا نظام قائم نہیں کیا۔ ہمیں اس حوالے سے کوئی پریشانی بھی نہیں ہے۔ یہ ہمارا سب سے بڑا المیہ ہے ۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

بہرحال یہ دنیا آزمائش کے لیے ہے۔ اللہ نے یہ سلسلۂ موت و حیات اسی لیے بنایا ہے تاکہ وہ اپنے بندوں کو آزمائے اور ان کے نیک اعمال کا اچھا بدلہ دے جبکہ برے اعمال کا بدلہ برا ہوگا۔ یہ اجر کہاں ملے گا! اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا کی بساط اس لیے نہیں بچھائی کہ ہر عمل کا بدلہ یہیں عطا کر دے۔ اگرچہ اس کا مسلمانوں سے اضافی وعدہ ہے:

﴿وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾﴾ (آل عمران)

’’اور (دیکھو) بے دل نہ ہونا اور نہ کسی طرح غم کرنا اگر تم مومن (صادق) ہو تو تم ہی غالب رہو گے‘‘۔

یعنی اگر تم ایمان کے رستے پر قائم رہے، ایمان کے عملی تقاضے پورے کرتے رہے تو دنیا میں غلبہ اور اقتدار بھی دے دیں گے۔ لیکن اصل میں تو بدلہ آخرت میں ملے گا۔ یہاں ہم امتحان گاہ میں ہیں۔ یہاں پر جو کچھ ہے کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہے، وقتی طور پر اللہ نے جو کچھ دیا ہے آزمائش کے لیے دیا ہے۔ جو بداعمال ہیں، بدکردار ہیں ان کو بدترین سزا ملے گی۔ جو نیک عمل کرنے والے ہیں احسان کی روش پر گامزن رہنے والے ہیں، ان کے لیے بھرپور اجر ہوگا۔ جو لوگ اچھے اجر سے نوازے جائیں گے ان کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔ آئندہ جمعہ اسی مضمون کو آگے بڑھائیں گے۔ (ان شاء اللہ)

(مرتب: فرقان دانش)

پریس ریلیز یکم جون 2012ء — حافظ عاکف سعید

پاکستان کے وجود کو سنگین خطرات کا سامنا ہے۔ اس ملک کی حفاظت رب کائنات کرے گا بشرطیکہ ہم اس کی وفاداری کی راہ پر عملاً گامزن ہو جائیں

پاکستان کا وجود اللہ کا ایک عطیہ اور تحفہ ہے جس کی ناقدری کرنے اور اللہ کے احسانات کی ناشکری کے سبب یہ ملک شدید نوعیت کے خطرات اور سنگین معاشی اور انتظامی بحران سے دوچار ہے۔ ان خیالات کا اظہار امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے اپنے خطاب جمعہ میں کیا۔ انہوں نے کہا کہ آج عالمی طاقتیں اور بالخصوص امریکہ، اسرائیل اور انڈیا پر مشتمل شیطانی تثلیث اس ملکِ خداداد کی بقاء اور سالمیت کے درپے ہیں۔ اور بدقسمتی سے اپنی مجرمانہ غفلتوں اور نااہلیوں کے باعث ہم داخلی طور پر شدید کمزور ہو چکے ہیں، لیکن ہمارا ایمان ہے کہ اس ملک کی حفاظت ربِ کائنات کرے گا بشرطیکہ ہم اس کی وفاداری کی راہ پر عملاً گامزن ہو جائیں اور اس ملک میں دین اسلام کے پرچم کو سربلند کرنے کے لیے حقیقی معنوں میں سرگرمِ عمل ہو جائیں۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی، پاکستان)

قرآن حکیم کی عظمت، تعارف اور حقوق و مطالبات
جیسے علمی و عملی موضوعات پر 8 کتابوں کا مجموعہ

قرآن حکیم اور ہم

از ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ تقریباً 500 صفحات پر مشتمل فکر انگیز تالیف

خود پڑھیے۔ دوسروں کو تحفہ میں دیجیے!

اشاعت خاص (مجلد): امپورٹڈ آفسٹ پیپر، قیمت: 400 روپے
اشاعت عام (پیپر بیک): امپورٹڈ بک پیپر، قیمت: 250 روپے

عنقریب زیور طبع سے آراستہ ہو رہی ہے — اپنے آرڈر سے مطلع فرمائیں

مکتبہ خدام القرآن لاہور
36۔کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور
فون: 3-042-35869501
maktaba@tanzeem.org

حقیقتِ جہاد

مولانا ابوالکلام آزادؒ

جہاد کی حقیقت کی نسبت (بہت سی) غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ جہاد کے معنی صرف لڑنے کے ہیں۔ مخالفینِ اسلام بھی اسی غلط فہمی میں مبتلا ہوگئے۔ حالانکہ ایسا سمجھنا اس عظیم الشان و مقدّس حکم کی عملی وسعت کو بالکل محدود کردینا ہے۔

''جہادُ' کے معنی کمال درجہ کوشش کرنے کے ہیں۔ قرآن وسنت کی اصطلاح میں اس کمال درجہ کی سعی و کوشش کو جو ذاتی اغراض کی جگہ حق پرستی اور سچائی کی راہ میں کی جائے ''جہادُ' کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ سعی زبان سے بھی ہوتی ہے، مال سے بھی، انفاقِ وقت و عمر سے بھی۔ محنت و تکالیف برداشت کرنے سے بھی اور دشمنوں کے مقابلے میں لڑنے اور اپنا خون بہانے سے بھی۔ جس سعی کی ضرورت ہو اور جو سعی جس کے اِمکان میں ہو وہ اس پر فرض ہے اور جہاد فی سبیل اللہ میں لُغت و شرع، دونوں اعتبار سے یہ بات داخل نہیں ہے کہ ''جہادُ' سے مقصود مجرد لڑائی ہی ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو جہاد کا اطلاق اعمال قلبی ولسانی پر نہ ہوتا۔ حالانکہ کتاب وسنت ایسے اطلاقات سے لبریز ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا قول شرف الدین موسیٰ الجاویؒ نے اپنی کتاب ''الاقناع فی فقہ الامام احمد بن حنبلؒ'' میں نقل کیا ہے جو حقیقت جہاد کے بارے میں قول فیصل و جامع ہے:

((الامر بالجهاد منه مايكون بالقلب، كالعزم عليه، و منه مايكون باللسان كالدعوة الى الاسلام و الحجة والبيان والرائے والتدبير فى ما فيه نفع المسلمين و بالبدن اى القتال بنفسه فيجب الجهاد بغاية مايمكن من هذه الامور)) (ج 1 : ص 653)

''جہاد کبھی تو قلب سے ہوتا ہے جیسے جہاد کا عزم کرنا وغیرہ، اور کبھی جہاد باللسان ہوتا ہے جیسے اسلام کی طرف دعوت دینا اسلام کو واضح کرنا اس کے لئے حجت قائم کرنا اور رائے و تدبیر کی قوتوں کو ایسے استعمال کرنا جو مسلمانوں کے لئے نفع بخش ہو اور کبھی جہاد جسم کے ساتھ یعنی قتال کی صورت میں ہونا ہے۔ پس ان تمام امور میں امکانی حد تک جہاد کرنا واجب ہے''۔

دشمنوں کی فوج سے خاص وقت سہی مقابلہ ہوسکتا ہے لیکن ایک مومن انسان اپنی ساری زندگی ہر صبح و شام جہاد حق میں بسر کرتا ہے۔ مشہور حدیث ہے:

((اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ فِي ذَاتِ اللّٰهِ))

''مجاہد تو وہ ہے جو اپنے نفس کے خلاف جہاد کرے اللہ کی ذات (یعنی اطاعت) میں''۔

سورۃ الفرقان میں ہے:

﴿فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ۝﴾ (الفرقان)

سورہ فرقان بالاتفاق مکی ہے اور معلوم ہے کہ جہاد بالسیف یعنی لڑائی کا حکم ہجرتِ مدینہ کے بعد ہوا۔ پس غور کرنا چاہیے کہ مکی زندگی میں کونسا جہاد تھا جس کا اس آیت میں حکم دیا جارہا ہے؟ جہاد بالسیف تو ہو نہیں سکتا۔ یقیناً وہ حق پر استقامت اور اس کی راہ میں تمام مصیبتیں اور شدتیں جھیل لینے کا جہاد تھا۔ مکی زندگی میں جس طرح یہ جہاد جاری رہا، سب کو معلوم ہے حق کی راہ میں دنیا کی کسی جماعت نے ایسی تکلیفیں اور مصیبتیں نہ اٹھائی ہوں گی، جیسی اللہ کے رسول ﷺ اور ان کے ساتھیوں نے مکی زندگی میں برداشت کیں۔ اسی جہاد پر ''جہادِ کبیر'' کا اطلاق ہوا۔

اسی طرح منافقوں کے ساتھ بھی جہاد کرنے کا حکم دیا گیا:

''جہاد کیجئے کافروں اور منافقین کے ساتھ اور ان پر سختی کیجئے'' (التحریم: 9)

حالانکہ منافق تو خود اسلام کے ماتحت مقہورانہ ومحکومانہ زندگی بسر کررہے تھے، ان سے جنگ وقتال کی ضرورت نہ تھی مگر ان سے بھی جہاد کیا گیا۔ سو یہ جہاد بھی تبلیغ حق و اِتمام حجت کا جہاد تھا جو قلب و زبان سے تعلق رکھتا ہے۔

بخاری و ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے پوچھا ''عَلَى النِّسَاءِ جِهَادٌ'' کیا عورتوں کے لئے بھی جہاد ہے؟ فرمایا: ((نَعَمْ جِهَادٌ، لَاقِتَالٌ فِيْهِ اَلْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ)) ''ہاں جہاد ہے مگر اس میں لڑنا نہیں ہے اور وہ ہے حج اور عمرہ''۔ اس حدیث میں اس سعی اور ترکِ وطن کی محنت کو جو حج وعمرہ میں پیش آتی ہے عورتوں کیلئے جہاد فرمایا اور کہا ایسا جہاد جس میں لڑائی نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ لڑائی کے الگ کردینے کے بعد بھی حقیقتِ ''جہادُ' باقی رہتی ہے۔

اگر امت کیلئے دفاع و جنگ کا وقت آگیا یا کسی جماعتِ مفسدین فی الارض پر امام (خلیفہ) نے حملہ کیا تو ایسے وقتوں میں بھی صرف نفسِ جنگ ہی نہیں بلکہ سعی و کوشش کی ساری باتیں شریعت کے نزدیک جہاد ہیں۔ جس کی طاقت میں جنگ کرنا نہیں ہے اور اس نے مال دیا تو وہ بھی مجاہد ہے۔ جس نے زبان سے دعوت و تبلیغ کی وہ بھی مجاہد ہے جس نے اس راہ میں اور کسی طرح کی تکلیف و محنت اٹھائی، وہ بھی مجاہد ہے۔ البتہ ایسے وقتوں میں اگر کوئی مسلمان لڑائی کی طاقت رکھتا ہے اور اس سے پہلو تہی کرے تو اس کا کوئی عذر نہیں سنا جائے گا۔ اس کا شمار مومنوں کی بجائے منافقوں میں ہوگا۔ جو مال دے سکتا ہے اور نہ دیا تو وہ بھی ایمان واخلاص کی زندگی سے نکل گیا زمین پر گو مسلمان کہلائے پر اللہ کے حضور منافق کہلائے گا۔ جس شخص کی زبان اعلانِ حق کے لئے جہاد میں کھل سکتی تھی مگر نہ کھلی، اس نے بھی ایمان چھوڑ کر نفاق کی راہ اختیار کرلی۔ گو شیطانِ حَیّل اور نفس خادِع اس کو ہزار فریب دیتا ہے۔ نسائی میں ہے:

''سب سے زیادہ فضیلت رکھنے والا جہاد وہ کلمہ حق ہے جو شاہانِ جور وظلم کے سامنے بے باکانہ کہا جائے۔''

اور پھر ان سب سے بالاتر مرتبہ ان مجاہدینِ کاملین اور اصحابِ عزیمت وعمل کا ہے جن کی زندگی سرتاسر جہاد فی سبیل اللہ، اور جن کا وجود یکسر خدمتِ حق، شیفتگیٔ صِدق و عشقِ دعوت ہے، جو اس عملِ مقدس کے لئے کسی خاص صدائے نفیر اور اعلان وقت کے منتظر نہیں رہتے۔ بلکہ ہر صبح جوان پر آتی ہے، جہاد فی سبیل اللہ کی صبح ہوتی ہے اور ہر شام کی تاریکی جوان پر پھیلتی ہے، وہ اسی راہ کی شام ہوتی ہے ان کی زندگی پر کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرتا جو جہاد کے مرتبہ علیا وفضیلت عظمیٰ کے اجر وثواب سے خالی ہو۔

کائنات ہستی کے ہر عمل کی طرح یہ عمل بھی تین

عناصر سے مرکب ہے: دل، زبان، اعضاء جوارح۔ سوان کا دل ہمیشہ حق اور عزمِ مقصد کی آتش شوق میں بھڑکتا رہتا ہے ان کی زبان ہمیشہ اعلانِ حق و دعوت الی اللہ میں سرگرم رہتی ہے۔ ان کے ہاتھ اور ان کے تمام جوارح کبھی اس راہ کی سعی و محنت سے نہیں تھکتے۔ اس کے بعد جہاد کا کون سا کام رہ گیا جو انہوں نے نہیں کیا؟ اس راہ کا کون سا مرتبہ رہ گیا جو انہوں نے نہیں پایا:

"یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے
اور اللہ بڑے فضل والا ہے" (الحدید: 21)

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

[درحقیقت قتال بھی جہاد ہی کا ایک حصہ ہے بلکہ جہاد کی چوٹی ہے یعنی اللہ اور رسول ﷺ کے احکامات کے نفاذ کی ہر سطح پر کوشش کرے اور اگر وہ مرحلہ بھی آ جائے کہ دشمنانِ دین کے خلاف میدان جنگ میں کود کر اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دے تو یہ جہاد کا اعلیٰ ترین مقام ہوگا۔]

جہاد کی اس حقیقت کو سامنے رکھ کر غور کرو! انسانی اعمال کی کون سی بڑائی اور عظمت ہے جو اس کے دائرہ سے باہر رہ گئی اور نوع انسانی کی ہدایت و سعادت کا کونسا عمل حق ہے جو اس کے بغیر انجام پا سکتا ہے۔ پس یہی وجہ ہے کہ شریعت نے اس کی اہمیت و فضیلت پر اس قدر زور دیا کہ ساری نیکیاں، ساری عبادتیں اس سے پیچھے رہ گئیں۔ سب کا حکم شاخوں کا ہوا جڑ یہی عمل قرار پایا اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل فضیلت کی ہو سکتی ہے کہ خود اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

"قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ اللہ کے راستے میں لڑتا ہوا شہید کر دیا جاؤں پھر (دوبارہ زندگی پا کر) لڑوں پھر شہید کیا جاؤں، پھر لڑوں پھر شہید کیا جاؤں"۔ (مسلم)

ایک دوسری روایت میں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں سرحد کی ایک رات کی پہرے داری کی تو یہ ایک ہزار راتوں کے قیام اور روزوں جیسی ہے"۔ (ابن ماجہ)

تمنت سلیمی ان نموت بحبها
واهون شئی عندنا ما تمنت

[عقل (سلیم) کی تمنا ہے ہم زندگی والی موت مریں، ہمارے نزدیک وہ چیز (یعنی شہادت) بہت آسان ہے جس کی وہ تمنا کر رہی ہے۔]

دعوتِ فکر

"ابلیس کی بے لباس تہذیب اور اسلام"

انجینئر نوید احمد

قصہ آدم و ابلیس جہاں بہت سے پہلوؤں سے سبق آموز ہے، وہاں یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ انسان کے ازلی دشمن ابلیس لعین کا اوّلین حملہ شرم و حیا اور عفت و عصمت پر تھا۔ گویا شیطان اوّل دن سے ہی انسان میں سے حیا کے عنصر کو ختم کر کے فحش کاموں کی ترغیب دینے کی کوشش کر رہا ہے۔ جس طرح ابلیس نے ہمارے والدین حضرت آدم و حوّا (علیہا السلام) کو جنت کے ممنوع پھل کی طرف اُکسا کر ان کو بے لباس کیا، اسی طرح یہ آج بھی انسان کو بے لباس اور بے حیا کرنے کے لیے اپنی پوری کوشش جاری رکھے ہوئے ہے۔ انسان جس کی فطرت میں اللہ تعالیٰ نے شرم و حیا کا عنصر رکھا ہے، آج اسے شیطان نے بری طرح بے حیائی کے جال میں جکڑ لیا ہے۔ انسانیت کی عظیم اکثریت بے لباس تہذیب کو قبول کر چکی ہے۔ بلاشبہ یہ فطرت انسانی کے خلاف بغاوت ہے کہ حیا جو اس کے لیے حیات تھی اس نے آج اسے اپنی زندگی سے خارج کر دیا ہے۔ لیکن وہ بات جو اس سے بڑھ کر تکلیف دہ ہے وہ یہ ہے کہ آج وہ مسلمان امت جن کے دین میں حیا کو امتیازی حیثیت حاصل ہے اور حیا کو ایمان کا حصہ قرار دیا گیا ہے، اپنے عالم پیری کے سبب اس ابلیسی تہذیب کی اندھی تقلید کر رہی ہے۔

اس سے بڑھ کر افسوس یہ ہے کہ ہم مسلمان اس بات کو سمجھنے سے قاصر ہیں کہ کس طرح مغربی تہذیب اور مغرب زدہ میڈیا اور اس پر مسلط دین بیزار افراد کے ذریعے ہمیں اس بے حیا تہذیب کی طرف مائل کیا جا رہا ہے۔ یہ لوگ بظاہر تو مسلمان ہیں مگر اندر ہی اندر ابلیسی ایجنڈے کو پورا کر رہے ہیں۔ ان سے بھی بعض اوقات "ہمدردی" محسوس ہوتی ہے کہ ان کے لیے اسلام ایک ایسے لباس کی مانند ہے جسے نہ یہ اتارتے ہیں کہ سرِعام رسوا ہوں گے اور نہ اسے پورا زیب تن کرتے ہیں کہ گھٹن محسوس ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ دعویٰ تو مسلمان ہونے کا کرتے ہیں مگر اندازِ مسلمانی یہ ہے کہ جب انہیں اپنی خواہشات کے بُت ٹوٹتے نظر آتے ہیں تو یہ خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں کے مصداق اسلام کی من گھڑت تاویلیں کرتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ جب ان کو اسلام کا تصورِ حیا اپنی آزادی یا یوں کہیے کہ "مادر پدر آزادی" پر "تیشہ" بن کر گرتا محسوس ہوتا ہے تو یہ اپنی تاویل کے خنجر نکال کر ان کا مقابلہ کرتے ہیں۔ ان کو اسلامی تعلیمات دقیانوسی معلوم ہوتی ہیں جو ان کی نظر میں آج کے 'جدید دور' کے لئے ناموزوں ہیں، یا پھر کمال عیاری سے ان تعلیمات کو عرب تہذیب کا نام دیتے ہیں، جن کا اسلام سے دُور دُور کا تعلق بھی نہیں۔ لہٰذا جو عورت اپنے آپ کو باحجاب کر کے شیطان کے تیروں سے بچا لیتی ہے اسے وہ قامت پسند محسوس ہوتی ہے۔ اور اس کا یہ عمل انسانی مساوات کے خلاف نظر آتا ہے۔ دراصل یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی خواہشات کی خاطر اللہ کو بھلا دیا۔ لہٰذا اللہ نے انہیں اپنے آپ سے بھلا دیا ہے۔ اب اگر ان سے قرآن و سنت کے دلائل کے ساتھ گفتگو بھی کی جائے تو یہ نہیں سنتے۔ چنانچہ ضرورت اس امر کی ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے برضا و خوشی اپنی خواہشات کو جنت کے عوض اللہ کے سپرد کر دیا اور اسلام کو اپنا طرزِ حیات تسلیم کر لیا ہے وہ اپنی استطاعت کے مطابق ان تعلیمات پر عمل کرتے رہیں اور اپنے گھر والوں کو بھی ان فتنوں سے بچائیں۔ جہاں تک ممکن ہو ان تعلیمات کو دوسروں تک پہنچانے کا ذریعہ بنیں اور اجتماعی سطح پر بے حیائی کے خاتمے کے لیے اپنی صلاحیتوں کو اسلامی تعلیمات پر مبنی معاشرے کے قیام کے لئے وقف کریں۔ اللہ ہم سب کو اپنے دین کی طرف پلٹنے کی توفیق عطا فرمائے اور حیا کو ہمارے معاشرے میں عام فرمائے۔ آمین!

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ

تحریر: فرقان دانش

تعارف

آپؓ کا نام عامر بن عبداللہ تھا لیکن ابوعبیدہ بن جراحؓ کے نام سے شہرتِ دوام حاصل کی۔ آپؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ایمان لانے کے بعد دوسرے ہی روز ان کی دعوت پر ایمان لائے۔ حضرت ابوعبیدہؓ خوش شکل، خوش گفتار، ہنس مکھ، اکہرے بدن کے مالک، دراز قد، تیکھے نین ونقش والے، منکسر المزاج، بارعب وحیادار، جلال و جمال کے پیکر، اپنوں کے ساتھ نرم، دشمنانِ دین کے ساتھ سخت اور امانت و دیانت میں بے مثال تھے۔ نبی اکرمؐ نے آپؓ کو ''امین الامت'' کا لقب عطا فرمایا تھا۔ ایمان لانے کے بعد قریش مکہ کے مصائب کا جوانمردی اور صبر وتحمل سے مقابلہ کیا اور ثابت قدم رہے۔ شعب ابی طالب میں بھی نبی اکرم ﷺ کے ساتھ محصور رہے اور حالات کا خندہ پیشانی سے سامنا کیا۔

غزوۂ بدر

میدانِ بدر میں حضرت ابوعبیدہؓ نے دشمن کی صفوں کو چیر کر رکھ دیا۔ اس موقع پر ایک شخص بار بار آپؓ کے سامنے اکڑ کر کھڑا ہو جاتا اور تلوار کا وار کرنے کی کوشش کرتا لیکن آپؓ پہلو بچا کر نکل جاتے۔ لیکن جب بار بار ایسا ہوا تو آپؓ نے مجبور ہو کر اس شخص کے سر پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ سر دو ٹکڑے ہو گئے۔ یہ شخص آپؓ کا والد تھا۔ آپؓ نے ثابت کر دیا کہ اللہ اور اس کے دین کے مقابلے میں بڑے سے بڑے رشتے کی بھی کوئی حیثیت نہیں۔

غزوۂ احد

غزوۂ احد میں نبی اکرم ﷺ کی پیشانی مبارک میں خود کی کڑیاں دھنس گئی تھیں اور آپؐ کا چہرہ مبارک خون آلود ہو گیا تھا، اس وقت حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ دشمن کا حصار توڑتے ہوئے آپؐ کی طرف لپکے اور بڑی ہی احتیاط سے اپنے دانتوں سے کڑیاں پکڑ کر کھینچیں کہ دو دانت بھی ٹوٹ گئے لیکن نبی اکرمؐ کو راحت پہنچانے کے لیے اپنی تکلیف کا بالکل خیال نہ کیا۔ صحابہ کرامؓ اس سعادت پر آپؓ کو رشک بھری نظروں سے دیکھتے تھے۔

دیگر غزوات اور مہمات

7 ہجری میں غزوۂ خیبر کے موقع پر دوسرے جانبازوں کے ہمراہ عظیم جرنیل ابوعبیدہ بن جراحؓ بھی نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے۔ اس غزوہ میں بھی آپؓ نے جرأت وشجاعت کے جوہر دکھائے۔ حضرت عبیدہ بن جراحؓ نے بے شمار غزوات اور سرایا میں شرکت کی۔ آپؓ نے شہادت کو اپنا مقصد حیات بنا رکھا تھا اور مالِ غنیمت کی طرف کبھی التفات نہ فرماتے تھے۔ غزوۂ خیبر کے بعد نبی اکرم ﷺ نے ایک لشکر حضرت عمرو بن العاصؓ کی قیادت میں لشکر اسلام کو قبیلہ قضاعہ کی سرکوبی کے لیے وادی ذات القری میں سلاسل کے مقام کی طرف روانہ کیا۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے مقام جنگ کا جائزہ لے کر مزید کمک کی درخواست بھیجی تو رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کی قیادت میں لشکر روانہ کیا جس میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ جیسے جلیل القدر اصحابِ رسولؐ بھی موجود تھے۔ سلاسل کے مقام پر پہنچ کر لشکر کی قیادت کا مسئلہ درپیش ہوا تو حضرت ابوعبیدہؓ نے کمالِ حسن اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت عمرو بن العاصؓ کی زیر قیادت معرکہ آرائی میں حصہ لینے کا اعلان کر کے ثابت کر دیا کہ نبی اکرم ﷺ کے وفاشعار قیادت کے لیے نہیں بلکہ اسلام کی سربلندی کے لیے برسرِ پیکار ہوتے ہیں۔

ذات الخبط کے نام سے مشہور جنگی مہم بھی حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کو پیش آئی۔ نبی اکرم ﷺ نے 8 ہجری میں قریش کے تجارتی و جنگی قافلوں کی نقل و حرکت پر نظر رکھنے کے لیے حضرت ابوعبیدہؓ کی سرکردگی میں تین سو سواروں کو دور دراز ساحلی علاقے پر مامور کیا۔ اس مہم کے دوران مجاہدین کو خوراک کی شدید قلت کا سامنا کرنا پڑا۔ حتیٰ کہ خوراک ختم ہونے پر پتے کھا کر گزارا کرنا پڑا۔ لیکن ابوعبیدہؓ کی زبان پر کوئی حرف شکایت تک نہ آیا۔ وہ اپنی ساتھیوں کے ساتھ صبر و تحمل سے حالات برداشت کرتے رہے۔ ایک دن قدرت نے فیاضی سے کام لیا اور سمندر سے ایک دیوہیکل مچھلی ساحل پر پھینک دی۔ مجاہدین کئی روز تک اس کا گوشت اور تیل استعمال کرتے رہے۔ نبی اکرم ﷺ کو جب اس کی بابت بتلایا گیا تو آپؐ نے اس غیبی رزق کو چکھنے کی آرزو فرمائی تھی۔

حضرت ابوعبیدہؓ نے غزوۂ بدر، غزوۂ اُحد، غزوۂ خندق، غزوۂ بنوقریظہ، جنگ سلاسل، جنگ دمشق، معرکہ فحل، معرکہ حمص، اور جنگ یرموک کے علاوہ بے شمار چھوٹے بڑے معرکوں میں اپنی بہادری و جوانمردی کے جوہر دکھائے۔ صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان میں شریک ہوئے۔ ان مواقع پر جو معاہدے تحریر ہوئے ان پر آپؓ کے بھی دستخط تھے۔

9 ہجری میں یمن سے نجران کا ایک وفد دربار رسالتؐ میں حاضر ہوا۔ وفد کے اراکین دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تو انھوں نے درخواست کی کہ ہمارے ساتھ کسی ایسے فرد کو روانہ کر دیں جو ہمیں کتاب و سنت کی تعلیم دے۔ آپؐ کی نگاہِ انتخاب حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ پر پڑی۔ آپؐ نے انھیں ساتھ جانے کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا: ''آپؓ وفد کے ساتھ جائیں اور ان کی تعلیم و تربیت کے علاوہ ان کی باہمی معاملات کو حق وانصاف سے نمٹائیں۔'' چنانچہ حضرت ابوعبیدہؓ اس وفد کے ہمراہ یمن تشریف لے گئے اور اس ذمہ داری کو احسن طریقے سے انجام دے کر کچھ عرصے بعد واپس آئے۔

حضرت ابوعبیدہؓ ایک کامیاب جرنیل ہونے کے ساتھ معاملہ فہمی اور فتنہ وفساد میں حسنِ تدبیر سے امن وسلامتی کی راہ نکالنے میں اپنی مثال آپ تھے۔ نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد جب خلیفہ کے انتخاب کا مسئلہ درپیش تھا تو سب صحابہؓ الجھن کا شکار تھے۔ اس موقع پر انصار و مہاجر کو جس طرح عمدگی سے سمجھا کر انھیں درست فیصلہ لینے پر آمادہ کیا وہ حضرت ابوعبیدہؓ ہی کر سکتے تھے۔

نبی اکرم ﷺ کے بعد دو خلفائے راشدین کے زمانہ میں آپؓ نے میدانِ جنگ میں اپنی شجاعت کے جوہر دکھائے۔ سرزمین شام کا مرکزی شہر ''حمص'' آپؓ کی قیادت ہی میں فتح ہوا۔ حمص کی فتح کے بعد آپؓ

اسلامی فوج لے کر آگے بڑھے۔ راستے میں آنے والے علاقے سرنگوں ہوتے چلے گئے۔ لاذقیہ کا ایک مضبوط قلعہ نما شہر کئی دن محاصرہ کے بعد زیر ہوتا نظر نہ آتا تھا۔ آپؓ نے اس موقع پر ایک نئی تدبیر اختیار کی۔ مجاہدین کو حکم دیا کہ شہر کے قریبی میدانوں میں غاریں کھودو۔ جب غاریں بن گئیں تو محاصرہ ختم کر دیا اور لشکر کو پیچھے ہٹا دیا۔ لشکر آنکھوں سے اوجھل ہوتا دیکھ کر شہر کے لوگ باہر آ گئے اور شہر کے دروازے سارا دن کھلے رہے۔ رات ہوتے ہی دروازے بند کر دیے گئے۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے رات کی تاریکی میں مجاہدین کو غاروں میں چھپا دیا۔ دوسرے روز بھی لوگ شہر کے دروازے کھول کر باہر آنے جانے لگے۔ مجاہدین خاموشی سے شہر میں داخل ہو گئے اور لاذقیہ شہر آسانی سے فتح ہو گیا۔ یوں دوران جنگ مورچہ بندی کے تصور کو آپؓ نے ہی متعارف کروایا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دورِ خلافت میں دریائے یرموک کے قریبی میدان میں ایک جنگ لڑی گئی جسے جنگ یرموک کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس جنگ میں مسلمانوں کے مدمقابل رومی لشکر تھا۔ جن کی تعداد دو لاکھ جبکہ مسلمانوں کی تعداد صرف چالیس ہزار تھی۔ یہ معرکہ جاری تھا کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سرزمین عراق سے سفر کرتے ہوئے اس جگہ پہنچے۔ یہاں مسلمانوں کے لشکر کی عجیب صورتِ حال تھی۔ لشکر اسلام چار گروپوں میں منقسم تھا۔ ایک لشکر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے ماتحت تھا۔ دوسرے کا سپہ سالار یزید تھا۔ تیسرے لشکر کے امیر شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ اور چوتھے لشکر کے امیر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے سب کو جمع کر کے سمجھایا کہ دشمن تعداد میں زیادہ ہے، لہٰذا مسلمان ایک امیر کے تحت لڑنے پر متفق ہو جائیں۔ انھوں نے یہ رائے دی کہ ہر دن کے لیے ایک امیر مقرر کر لیا جائے۔ سب نے اس رائے کو پسند کیا۔ پہلے دن کی امارت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے سپرد کی گئی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فوج کو اپنے جنگی تجربات کی روشنی میں ترتیب دیا۔ فوجیں آمنے سامنے آئیں، گھمسان کا رن پڑا۔ اسی دوران مدینہ منورہ سے قاصد نے ایک تحریری پیغام حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا۔ آپؓ نے اسے پڑھ کر چپکے سے جیب میں ڈال لیا اور کسی کو خبر نہ ہونے دی۔ اس معرکہ میں ایک لاکھ سے زائد رومی مارے گئے اور لشکر اسلام کو فتح حاصل ہوئی۔ فتح کے بعد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے یہ مراسلہ ادب و احترام سے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا۔ وہ آبدیدہ ہو گئے کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رحلت فرما گئے تھے نیز اس مراسلے میں نئے خلیفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو لشکر اسلام کا سپہ سالار مقرر کیا گیا تھا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فوراً امیر المومنین کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں ایک سپاہی کی حیثیت سے لڑنے کا اظہار کیا اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپؓ نے یہ خط پہلے کیوں نہ دیا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''مجھے قطعاً پسند نہ تھا کہ میدانِ جنگ میں آپ کے بڑھتے ہوئے قدم روک دوں۔ ہم نہ دنیا کے لیے کام کرتے ہیں نہ دنیا کی سلطانی چاہتے ہیں۔ ہم سب اللہ کی رضا کے لیے آپس میں بھائی بھائی ہیں۔'' دین کی سربلندی کے لیے دوسرے مسلمان بھائی کو خود پر ترجیح دینے کی یہ ایک اعلیٰ مثال ہے۔

اس کے بعد حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ دمشق کی طرف بڑھے۔ دمشق فتح ہو جانے کے بعد عظیم جرنیل حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ اہل دمشق آپ کی زیارت کے خواہاں ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ اطلاع ملتے ہی شام پہنچے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو بڑھ کر گلے لگایا اور ان کے گھر تشریف لے گئے۔ گھر میں تلوار، تیر کمان اور گھوڑے کی زین کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ سادگی کا یہ عالم دیکھ کر حضرت عمرؓ نے پوچھا: ''آپؓ اتنے بڑے عہدے پر فائز ہیں اور اپنے لیے کچھ بھی نہیں بنایا۔'' آپؓ نے عرض کیا: ''امیر المومنین! مجھے اس سے زیادہ کی کچھ حاجت نہیں، میرے لیے یہی کافی ہے۔''

انتقال

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت پورا شام فتح ہوا۔ فتوحات کا سلسلہ جاری تھا کہ شام میں طاعون کی خطرناک وباء پھیلی۔ لوگ اس بیماری کا شکار ہونے لگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب اس صورتِ حال کا علم ہوا تو فوراً ایک قاصد کے ذریعے پیغام بھیجا کہ خط ملتے ہی میرے پاس پہنچیں، مجھے آپؓ سے ایک ضروری کام ہے۔ خط پا کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے رنجیدہ ہوتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''مجھے معلوم ہے کہ کیا ضروری کام ہے۔ امیر المومنین ایک ایسے شخص کو باقی رکھنا چاہتے ہیں جو اس دنیا میں ہمیشہ رہنے والا نہیں ہے۔'' چنانچہ انہوں نے امیر المومنینؓ سے معذرت کر لی کہ وہ اس نازک موقع پر مجاہدین کو چھوڑ کر نہیں آ سکتے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کا جوابی خط پڑھ کر بے اختیار رونے لگے اور ساتھیوں سے فرمایا: ''معلوم ہوتا ہے کہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ہم سے جدا ہونے والے ہیں۔'' ایسا ہی ہوا حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ طاعون کی بیماری میں مبتلا ہو کر خالق حقیقی سے جا ملے۔ بلاشبہ آپؓ کا دنیائے اسلام کے عظیم جرنیلوں میں شمار ہوتا ہے اور آپؓ کی مجاہدانہ زندگی تاقیامت مسلمانوں کے لیے مشعل راہ بنی رہے گی۔

ضرورت رشتہ

☆ راولپنڈی میں رہائش پذیر جٹ زمیندار فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 23 سال، ایم ایس سی، بی ایڈ، حافظہ قرآن، صوم وصلوٰۃ کی پابند، امور خانہ داری میں ماہر کے لیے سیالکوٹ، گوجرانوالہ، لاہور اور سرگودھا سے تعلق رکھنے والی فیملی سے، دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ، برسرِ روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0323-5558842

☆ ملک فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 30 سال، برسرروزگار، دوسری شادی (بوجہ پہلی بیوی سے اولاد نہ ہونا) کے لیے دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ (ٹائم رابطہ: 8 تا 10 بجے صبح)

برائے رابطہ: 0333-5836763

تنظیمی اطلاع

حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کی مقامی تنظیم پشاور صدر میں جناب حافظ جمیل اختر کا بطور امیر تقرر

مقامی تنظیم پشاور صدر میں ناظم حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کی جانب سے موصولہ تقرر امیر کے لیے اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 17 مئی 2012ء میں مشورہ کے بعد جناب حافظ جمیل اختر کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

دفاعِ پاکستان ——— مگر کیسے؟

خلافت فورم میں فکر انگیز مذاکرہ

تجزیہ نگار: حافظ عاکف سعید (امیر تنظیم اسلامی)

میزبان: ایوب بیگ مرزا

سوال: جب سے نیٹو سپلائی کی بندش کا معاملہ پیش آیا ہے اُس وقت سے پاکستان کو امریکہ کی جانب سے مسلسل دھمکی آمیز پیغامات وصول ہو رہے ہیں۔ آپ یہ فرمائیں کہ کیا پاکستان صرف امریکہ کی جانب سے ہی خطرات میں گھرا ہوا ہے یا دوسرے ممالک کی جانب سے بھی اسے خطرات لاحق ہیں؟

حافظ عاکف سعید: آج کل یہ باتیں انٹرنیشنل میڈیا پر کھل کر کہی جا رہی ہیں کہ معاذ اللہ پاکستان کے فلاں سن یا فلاں سال میں ٹکڑے ہو جائیں گے بلکہ گزشتہ کچھ عرصے سے ایسی کتابیں اور نقشے بھی چھپ رہے ہیں کہ خدانخواستہ پاکستان فلاں سال میں اتنے حصوں میں بٹ جائے گا۔ اگرچہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ موجودہ ملکی صورتِ حال انتہائی مخدوش ہے لیکن اس تمام صورتِ حال کے باوجود ہمیں یہ ذہن میں رکھنا چاہیے کہ پاکستان نیپال یا بھوٹان کی طرح کوئی ایسا چھوٹا ملک بھی نہیں ہے کہ اس ملک پر باہر سے کوئی آ کر قبضہ کر لے اور اس کو خدانخواستہ چھ یا سات ریاستوں میں تقسیم کر دے۔ پاکستان 18 کروڑ آبادی کا ملک ہونے کے ساتھ ساتھ ایٹمی طاقت رکھنے والا ملک بھی ہے اور اس کی فوج کو دُنیا کی اعلیٰ تربیت یافتہ فوج ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ لیکن افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ ان تمام فوائد کے باوجود اب یہ قوم اپنے ان اوصاف سے محروم ہو چکی ہے جن کی بدولت 1947ء میں ہندوؤں اور انگریزوں کو بیک وقت شکست دی تھی۔ برصغیر میں مسلمان ہندوؤں کے مقابلے میں اقلیت میں تھے نیز پاکستان کی مخالفت میں ہندوؤں کے شانہ بشانہ انگریز بھی تھے لیکن اِن تمام کمزوریوں کے باوجود مسلمانوں نے یک جان ہو کر ایک تحریک چلائی جس کا نعرہ تھا ''پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ'' لہٰذا نتیجہ سب کے سامنے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تائید اور اُس کی غیبی مدد سے آخر کار پاکستان دُنیا کے نقشہ پر وقوع پذیر ہوا۔ مگر آج کا پاکستان ایک قوم کی بجائے پانچ یا چھ قومیتوں کا مجموعہ بن چکا ہے۔ جہاں لوگوں کے نا صرف مفادات ایک دوسرے سے مختلف ہیں بلکہ باہم دست و گریبان بھی ہیں۔ کالا باغ ڈیم کے نہ بننے کی سب سے بڑی وجہ ہی یہ ہے کہ ایک قوم نہ ہونے کے باعث ہم ایک دوسرے پر کسی صورت بھی اعتماد نہیں کرتے۔ آج عالمی میڈیا یہ کہہ رہا ہے کہ اگر پاکستان میں پانی کی کمی کا مسئلہ ایسے ہی چلتا رہا تو خدانخواستہ کچھ سالوں میں پاکستان نا صرف بنجر ہو جائے گا بلکہ 18 کروڑ عوام کے کھانے کے لیے اجناس اور غلہ کی کمی کو پورا کرنا اس کے لیے ناممکن ہو جائے گا۔ دوسری طرف پاکستان کے تمام دریا

> **آج کا پاکستان ایک قوم کی بجائے کئی قومیتوں کا مجموعہ بن چکا ہے**

براستہ بھارت پاکستان میں داخل ہوتے ہیں۔ جبکہ بھارت پاکستان دشمنی کے پیش نظر ایک سوچی سمجھی سازش کے ذریعے پاکستان کا پانی روکنے کے لیے دریاؤں پر بڑے بڑے ڈیم تعمیر کر رہا ہے۔ اس تمام صورتِ حال کے نتیجے میں بجلی کی پیداوار میں کمی کے باعث ملکی انڈسٹری مکمل طور پر مفلوج ہو کر رہ گئی ہے۔ امن وامان کی صورتِ حال کا اگر جائزہ لیا جائے تو کراچی میں آج آگ وخون کی ہولی کھیلی جا رہی ہے کیونکہ پوری قوم لسانی، مذہبی اور قومی تفریق کا شکار ہے۔ پوری قوم پشتون، پنجابی، بلوچی، سندھی اور مہاجر میں بٹی ہوئی ہے۔ اسی طرح ٹارگٹ کلنگ کے حوالے سے جرائم کو مذہبی ومسلکی اختلافات کا نام دیا جا رہا ہے۔ جبکہ کراچی میں ایم کیو ایم پیپلز پارٹی اور اے این پی تینوں بڑی جماعتیں سیکولر ہیں۔ ان کا دین سے دور دور تک بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسی طرح اگر بلوچستان کی صورتِ حال کا ذکر کیا جائے تو وہاں بھی مذہب کی بجائے نسلی وقومی تعصب کی بنا پر ٹارگٹ کلنگ جاری ہے بلکہ نوبت یہاں تک آ چکی ہے کہ بلوچستان میں تو اب پاکستان کا پرچم تک لہرانا ممکن نہیں رہا۔ یہ تمام افسوسناک صورتِ حال صرف ایک قوم نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ دوسری طرف اگر دیکھا جائے تو ہم بحیثیت قوم معاشی لحاظ سے بالکل مفلس اور قلاش ہو چکے ہیں۔ وہ الگ بات ہے کہ اس ملک کے بعض افراد معاشی لحاظ سے نہایت متمول بھی ہیں لیکن مجموعی اعتبار سے ملک غربت کی نچلی سطح تک پہنچ چکا ہے۔ جس ملک کا وزیر خزانہ یہ بات کہے کہ امریکی امداد کے بغیر ملکی بجٹ بنانا ناممکن ہے تو ایسی صورتِ حال میں معیشت کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ ظاہری بات یہ ہے کہ جب آپ کے پاس کھانے ہی کو کچھ نہیں ہوگا تو لازمی طور پر آپ کی جڑیں اور بنیادیں کمزور ہو جائیں گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سلسلے میں ہمارا دشمن انتہائی زیرک ثابت ہوا ہے۔ کیونکہ پاکستان جس نظریاتی بنیاد پر معرضِ وجود میں آیا تھا اُس بنیاد کو ہمارے تمام طبقات بالخصوص سیکولر اور دانشور طبقہ نے زیادہ کمزور کیا ہے۔ اسی طرح یہاں کے لوگ مختلف گروہی، لسانی اور مذہبی اختلافات کی بنا پر ایک دوسرے کے دست و گریباں ہیں۔ نیز معاشی لحاظ سے تقریباً پوری قوم مفلسی کی سطح پر پہنچ چکی ہے۔ اگر قوم اور فوج مل کر ایک قوت بن جائیں تو ہم اندرونی و بیرونی دشمنوں اور اُن کی سازشوں سے احسن طریقہ سے نبرد آزما ہو سکتے ہیں۔ مگر بدقسمتی سے 9/11 کے بعد ہم نے امریکہ کے ایجنڈے کی تکمیل کے لیے اُس کے ایک اتحادی کی حیثیت سے اپنی فوج سے جس طرح کے کام لیے ہیں وہ سب کے سامنے ہیں۔ نیز شمالی علاقوں میں آپریشن اور لاپتہ افراد کے معاملے میں بھی فوج کو استعمال کیا گیا ہے، جس کی وجہ سے فوج کا وقار بُری طرح مجروح ہوا ہے۔ امریکی ایجنڈا نہ صرف اسلامی لحاظ سے باطل تھا بلکہ خود اِس ملک کی اس نظریاتی اساس کے بھی خلاف تھا جس کی بنیاد ''لا الٰہ الا اللہ'' ہے چنانچہ اس کا یہ نتیجہ نکلا کہ اب پاکستان کی مغربی سرحد نہ صرف انتہائی غیر محفوظ ہو چکی ہے بلکہ وہاں کی عوام اور فوج کے درمیان نفرت کی ایک بہت بڑی خلیج حائل ہو چکی ہے۔ اگرچہ دشمن پاکستان کی موجودہ صورتِ حال کے حوالے سے تو کامیاب ہوا ہے لیکن افغانستان کی تمام تر صورتِ حال کے حوالے سے مکمل ناکام ہوا ہے۔ دشمن نے ہمیں داخلی طور پر شدید نقصان پہنچایا ہے لہٰذا ہمارا دشمن اب اس انتظار میں ہے کہ کب موقع پا کر پاکستان پر آخری کاری ضرب لگائی جائے۔ لہٰذا اس وقت اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد ہی پاکستان کی سلامتی اور بقاء کا ضامن بن سکتی ہے۔ وگرنہ دیکھا جائے تو ملکی بنیادیں مکمل طور پر کمزور اور کھوکھلی ہو چکی ہیں۔

سوال: پاکستان کی داخلی وخارجی صورتِ حال جو کہ انتہائی ناگفتہ بہ سطح پر پہنچ چکی ہے۔ آپ اُس کی بنیادی وجہ

کیا دیکھتے ہیں؟

حافظ عاکف سعید: ظاہری لحاظ سے اگر اس بات کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ نااہل اور کرپٹ حکمران ہمارے اوپر مسلط کیے گئے ہیں۔ لیکن میں یہاں یہ بات کہوں گا کہ ان کرپٹ اور نااہل حکمرانوں کو مسلط کرنے والے ہم خود ہی ہیں۔ ٹھیک ہے کہ بیرونی سازشوں کے ذریعہ بھی ایسے حکمران عوام پر مسلط کیے جاتے ہیں لیکن ہم نے بھی اُنھیں انتہائی احترام اور عزت کے ساتھ اپنی سروں پر بٹھایا ہے۔ لہٰذا یہ حقیقت اب ہمیں اچھی طرح سے سمجھ لینی چاہیے کہ بحیثیت مسلمان ہمارے عروج و زوال کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کے اُصول اور ضابطے کچھ اور ہیں اور بقیہ نوعِ انسانی کے لیے اللہ تعالیٰ کے اُصول و ضابطے بالکل مختلف ہیں۔ بقول اقبال ؎

اپنی ملت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی

لہٰذا اسی تجربہ کو ذہن میں رکھتے ہوئے یہ بات سامنے آتی ہے کہ یہ ملک جو کہ ہر طرح کی نعمت سے مالا مال ہے۔ اس ملک کو اللہ تعالیٰ سے ایک وعدہ کے تحت حاصل کیا تھا کہ ہم یہاں تیرے قرآن اور رسولؐ کی سنت کو قائم کریں گے۔ جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ قائداعظم سے جب بھی پاکستان کے آئین اور قانون کے بارے میں پوچھا جاتا تھا تو آپ ہر بار یہی فرماتے تھے کہ ہمارا آئین و قانون آج سے چودہ سو سال پہلے سے طے شدہ ہے جو کہ قرآن پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس ملک کی صورت میں ہم پر بہت احسانات کیے ہیں مگر ہمارا حال یہ ہے کہ ہم اُس کے نافرمان بندے بن چکے ہیں۔ یعنی نافرمانی اور ناشکری کا یہ حال ہے کہ پاکستان کو بنے 65 سال گزر چکے ہیں مگر ابھی تک ہم اس ملک میں اللہ اور اُس کے رسولؐ کا نظام قائم نہیں کر سکے ہیں بلکہ اللہ اور اُس کے رسولؐ کے قوانین کی بڑی ڈھٹائی کے ساتھ دھجیاں بکھیری گئی ہیں۔ وہ قومی جرم ہے جس کا عوام کی اکثریت نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ وعدہ خلافی کا معاملہ کیا ہے۔ آج اُس قوم کا تقریباً نوے فیصد حصہ نماز اور روزے کا اہتمام کرنے سے قاصر ہے جبکہ نبی پاکؐ کا یہ ارشادِ گرامی ہے کہ ''نماز ایک مومن اور کافر کے درمیان حد فاصل ہے۔'' اسی طرح ہمارے تمام رسم و رواج ہندوانہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ناراضگی کا معاملہ اس حد تک بڑھ چکا ہے کہ سودی کاروبار کی صورت میں ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ جنگ کا معاملہ کر چکے ہیں۔ علامہ اقبال نے ہماری اسی حالت کو دیکھتے ہوئے یہ کہا تھا کہ ؎

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنھیں دیکھ کر شرمائیں یہود

انفرادی اور اجتماعی سطح پر ہمارے معاشرے میں منافقت کی انتہا ہو چکی ہے۔ اسی طرح ہماری عدالتوں میں فیصلے نہ تو شریعت کے مطابق ہوتے ہیں اور نہ ہی ہمارے حکومتی و ریاستی معاملات آسمانی وحی اور وہ ہدایت جو حضور اکرمؐ لے کر آئے تھے اُس کے مطابق ہوتے ہیں۔ ہمارے ہاں اسلام کے مقابلے میں سیکولرازم کو پورے ملک میں فروغ دیا جا رہا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہ صرف نافرمانی بلکہ غداری کا معاملہ کر کے ہم نے اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں کے خلاف افغانستان میں کارروائی کروائی یعنی اللہ تعالیٰ کے دین کے دشمنوں کا اتحادی بن کر اسلام اور اہل اسلام کو مٹانے کی کوشش کی ہے جو کہ بیوفائی سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ غداری ہے۔ لہٰذا جو قوم بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس طرح کے معاملات کرتی ہے اس کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا کوڑا پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر جیسے پہلے بنی اسرائیل کو زمین پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے خلافت بخشی گئی تھی اسی طرح

نااہل اور کرپٹ حکمرانوں کا ہم پر مسلط ہونا اللہ تعالیٰ کے غضب کی واضح نشانی ہے

آج ہم مسلمانوں کو اللہ کی زمین پر اللہ تعالیٰ کا نمائندہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ مگر جیسے اُنھوں نے وعدہ خلافی کی تھی جس کے سبب اُن پر ذلت و مسکنت کا عذاب نازل ہوا تھا، بالکل ویسی ہی صورتِ حال کا آج مسلمانوں کو سامنا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ ایسی قوم پر آسمان سے عذاب نازل فرمائے یا پھر زمین سے اُن پر عذاب بھیجے یا پھر تیسری صورت میں قوم کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر کے اُنھیں آپس میں اپنی اپنی طاقت کا مزا چکھائے جیسا کہ آج کل ہم بالخصوص کراچی اور بلوچستان میں یہ سب دیکھ رہے ہیں۔ لہٰذا ایسے نااہل اور کرپٹ حکمرانوں کا ہم پر مسلط ہونا درحقیقت اللہ تعالیٰ کے غضب کی ایک واضح نشانی ہے۔ اسی طرح بھوک اور خوف بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب کی واضح نشانی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمام وسائل سے مالا مال یہ ملک خداداد عطا کیا تھا مگر ہم نے بڑی ڈھٹائی سے اللہ اور اُس کے قوانین کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ لہٰذا آج ہم دیکھ سکتے ہیں کہ تمام نعمتوں کے باوجود تقریباً پوری قوم مفلس اور قلاش ہو چکی ہے۔

سوال: آپ یہ فرمائیں کہ ہمیں کیا طرزِ عمل اپنانا چاہیے جس کے تحت پاکستان نہ صرف اسلامی دُنیا میں بلکہ تمام دُنیا کے سامنے ایک مثبت انداز سے ایک عزت دار ملک بن کر سامنے آئے؟

حافظ عاکف سعید: آپ کے اس سوال کے جواب میں علامہ اقبال کا وہ شعر مجھے یاد آ رہا ہے ؎

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

دراصل ہم نے اللہ اُس کے رسولؐ سے بے وفائی کی ہے۔ اللہ کے ساتھ کیے گئے عہد کو توڑا ہے۔ ہم نے اللہ سے یہ عہد کیا تھا کہ ہم اس ملک کو ایک ایسی اسلامی فلاحی ریاست بنائیں گے جو کہ پوری دُنیا کے لیے مینارۂ نور ثابت ہوگی جبکہ عملاً صورتِ حال سب کے سامنے ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ملک میں بہتری کیسے لائی جائے گی اور ملکی دفاع کو کیسے مضبوط کیا جائے۔ اس کا سیدھا سا جواب یہ ہے کہ اگر مرض کی صحیح طریقہ سے تشخیص کی جائے تو علاج نہایت آسان ہو جاتا ہے۔ ہمارا مرض اللہ تعالیٰ سے بے وفائی اور دین سے دوری ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کی رحمت اور نصرت آج ہمارے ساتھ نہیں ہے۔ کیونکہ اُصولی طور پر اللہ تعالیٰ کی مدد اہل ایمان کے لیے ہی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ ترجمہ: ''اے مسلمانو! اگر اللہ تمہاری مدد کرے اور تمہاری پشت پر کھڑا ہو تو کوئی طاقت تم پر غالب نہیں آ سکتی۔'' آج ہم معاشی، عسکری اور سیاسی بلکہ ہر لحاظ سے تنزلی کا شکار ہیں۔ اگر آج ہمارے ساتھ اللہ کی مدد آ جائے تو ہمارے تمام مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ شرط صرف یہ ہے کہ ہم اس کی مدد کے حصول کے تقاضے پورے کریں۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی نصرت کا وعدہ فرمایا ہے۔ لہٰذا اولاً ہمیں اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے آپ کو خالص کرنا ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی خائن و بددیانت، جھوٹے اور ناشکرے کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ آج پوری دُنیا میں اخلاقی اقدار کے حوالے سے یہ تمام برائیاں سب سے زیادہ ہم مسلمانوں کے اندر پائی جاتی ہیں۔ اس کے باوجود اگر آج ہم اللہ تعالیٰ کے دین کے ساتھ وفاداری کا معاملہ نبھائیں تو آج بھی اللہ کی مدد نہ صرف ہمارے شامل حال ہو سکتی ہے بلکہ آج ہم جتنے کمزور ہیں اُتنے ہی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مضبوط ہو جائیں گے۔ لیکن ایک بات یہ بھی ذہن نشین رہے کہ یہ کام محض نعروں یا بڑے بڑے جلسے جلوسوں سے نہیں ہو سکے گا۔ اللہ تعالیٰ کی مدد کے حصول کے لیے سب سے پہلے ہمیں اجتماعی توبہ کرنا ہوگی۔ یعنی اپنے گناہوں کا ہمیں اللہ تعالیٰ کے سامنے اعتراف کرنا ہوگا۔ اس توبہ و استغفار میں نہ صرف عوام شامل ہوں بلکہ حکومتی

عناصر کے ساتھ ساتھ عسکری عناصر بھی توبہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے صاف اعتراف جرم کریں کہ ہم سے یہ جرائم سرزد ہوئے ہیں۔ اسی طرح نہ صرف پچھلے 65 سالوں سے ہم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ وعدہ خلافی کا معاملہ کیا ہے بلکہ 11 سالوں تک اللہ تعالیٰ کے دین کے دشمنوں کی صفوں میں کھڑے ہو کر ہم نے اللہ تعالیٰ کو ناراض بھی کیا ہے۔ اس اعتراف کے بعد عزم مصمم کرنا ہو گا کہ آئندہ ہم سے ایسی غلطی سرزد نہیں ہو گی۔ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم پر بھی جب اللہ تعالیٰ کے عذاب کے سائے نازل ہونا شروع ہو گئے تھے تو قوم کی اجتماعی توبہ سے وہ عذاب اللہ تعالیٰ نے اُن پر سے ٹال دیا تھا۔ اجتماعی توبہ کے تقاضے یہ ہیں کہ آئندہ سے ایسے جرائم کا ارتکاب نہیں ہوگا اور اپنے تمام معاملات میں ہم اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی کامل اطاعت کو اپنا شعار بنائیں گے۔ یعنی اپنے عمل کی بھی اصلاح کرنا ہو گی اور اللہ کے دین کو اس ملک میں قائم کرنے کی جدوجہد کو اپنی پہلی ترجیح بنانا ہو گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے: ”جو اللہ تعالیٰ کی مدد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ لازماً اُن کی مدد فرماتا ہے۔“ پاکستان کے مکمل دفاع کا یہی طریقہ ہے جس کے بعد دُنیا کی کوئی بھی طاغوتی طاقت ہمیں زیر نہیں کر سکے گی۔

(مرتب: وسیم احمد/محمد بدر الرحمٰن)

☆☆☆

قارئین اس پروگرام کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی آفیشل ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر خلافت فورم کے عنوان سے اور Youtube.com/khilfatforum پر دیکھی جاسکتی ہے۔

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

❁ ازروئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
❁ ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
❁ نیکی، تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط و کتابت کورسز سے فائدہ اٹھائیے:

(1) قرآن حکیم کی فکری وعملی راہنمائی کورس
(2) عربی گرامر کورس (I،II،III)
(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لئے رابطہ:

شعبہ خط و کتابت کورسز
قرآن اکیڈمی 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ فون: 3-5869501
E-mail: distancelearning@tanzeem.org

تعارف کتاب

نام کتاب	:	مذاہب عالم میں شادی بیاہ کی تعلیمات
مصنف	:	حافظ محمد زاہد
ضخامت	:	272 صفحات
قیمت	:	250
تبصرہ نگار	:	پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

ملنے کے پتے:

☆ 55 'بلاک ''C'' جوہر ٹاؤن' لاہور۔ 03214291904
☆ کتاب سرائے' غزنی سٹریٹ' اردو بازار' لاہور۔ 37239884

ازدواجی زندگی کی اہمیت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ یہ حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام سے شروع ہوئی اور ہر دور میں کسی نہ کسی صورت اور کسی نہ کسی نام کے ساتھ رائج رہی۔ بنی نوع انسان کا پہلا جوڑا حضرت آدم اور حضرت حوا تھے جن کے ازدواجی تعلق سے اُن کے ہاں اولاد ہوئی۔ اُن کے بعد ہر دور میں ایک مرد اور ایک عورت کے درمیان ازدواجی تعلق قائم ہوتا رہا۔ پھر کچھ مدت گزرنے کے بعد اولادِ آدم نے اس کرۂ ارض کو وسیع پیمانہ پر آباد کر دیا تا آنکہ روئے زمین پر بہت سی تہذیبوں اور معاشروں نے جنم لیا۔ ان تہذیبوں اور معاشروں میں بھی شادیاں ہوتی رہیں' لیکن تہذیبوں' معاشروں اور مذاہب کے اس تنوع اور فرق میں شادیوں کے طریقے اور انداز مختلف ہو گئے۔ یہ جاننا علمی اعتبار سے ہی نہیں بلکہ دلچسپی کے لئے بھی بہت اہمیت کا حامل ہے کہ مختلف تہذیبوں' معاشروں اور مذاہب میں شادی کی تقریبات میں کون کون سے رسم ورواج رائج رہے ہیں اور کون کون سے آج بھی رائج ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب ''مذاہب عالم میں شادی بیاہ کی تعلیمات'' کے نوجوان فاضل مصنف' جو دینی اور دنیوی تعلیمات سے آراستہ ہے' نے دنیا بھر کے مذاہب اور تہذیبوں کا مطالعہ کر کے حاصل مطالعہ اس کتاب میں جمع کر دیا ہے۔ یہ کتاب پانچ ابواب میں منقسم ہے۔ پہلے باب میں نکاح کی تعریف اور معنی ومفہوم کو بیان کیا گیا ہے۔ اسی باب کے دوسرے حصے میں مختلف قدیم تہذیبوں میں شادی بیاہ کے قوانین کو مختصراً بیان کیا گیا ہے۔ دوسرے باب میں شادی بیاہ کے ضمن میں ہندومت کی تعلیمات کو بیان کیا گیا ہے کہ ان کے ہاں معیارِ رشتہ کیا ہے اور پیغامِ نکاح سے لے کر شادی کے انجام پانے تک کی رسومات کیا کیا ہیں؟ مصنف نے یہ ثابت کیا کہ ہندو معاشرہ میں عورت ہمیشہ سے مظلوم رہی ہے اور آج کے اس جدید دور میں (جب حقوق نسواں ایک نعرہ بن چکا ہے) بھی ہندو معاشرہ میں عورت پر ظالمانہ بلکہ غیر انسانی سلوک ہوتا ہے اور بیوہ عورت کو تو انسان بھی شمار نہیں کیا جاتا۔ تیسرے باب میں شادی بیاہ کے سلسلہ میں یہودیت کی تعلیمات اور رسومات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ چوتھے باب میں عیسائیت کی تعلیمات کو بیان کیا گیا ہے جن میں محرم رشتے' شادی کی عمر' شادی کا طریقہ ورسومات' تعدد ازدواج اور زنا کی سزا کا تفصیل سے تذکرہ ہے۔ پانچویں باب میں شادی بیاہ کے سلسلہ میں اسلامی تعلیمات اور قوانین کا مفصل بیان ہے۔ یہ تفصیلات اس انداز میں بیان کی گئی ہیں کہ اسلام کا دوسری تہذیبوں اور مذاہب کی تعلیمات کے ساتھ موازنہ کیا جا سکے۔ مصنف نے یہ واضح کیا کہ اسلام میاں بیوی کے حقوق کے بارے میں متوازن رویے کی تعلیم دیتا ہے جو باقی کسی معاشرے یا مذہب میں موجود نہیں ہے۔ فاضل مصنف نے اسلام میں شادی بیاہ کی تقریب کی سادگی بیان کرنے کے بعد اس بات پر افسوس کا اظہار کیا ہے کہ مسلمانوں نے اسلامی تعلیمات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ایسی ایسی رسومات کو رواج دے لیا ہے جن میں اکثر و بیشتر ہندومت سے لی گئی ہیں اور پھر غیر اسلامی رسوم ورواج کا تفصیلی ذکر کر کے واضح کیا کہ یہی وہ رسومات ہیں جن کی وجہ سے شادی بیاہ کا وہ معاملہ جو انسانوں کی فلاح اور مرد وعورت کے سکون کے لیے بنایا گیا تھا' اب مصیبت اور غم کا سامان بن کر رہ گیا ہے۔ یہی وہ رسومات ہیں جن کی وجہ سے خود مسلمانوں نے اپنی شادیوں خصوصاً بیٹیوں کی شادیوں کو مشکل اور تکلیف دہ بنا لیا ہے۔

مصنف نے بڑی محنت' عرق ریزی اور تحقیق کے ساتھ یہ مقالہ تیار کیا ہے جس میں عنوان کے ساتھ انصاف کا حق ادا کر دیا ہے اور معلومات کو اچھے انداز میں بلا تعصب ذکر کیا ہے۔ جو بھی صاحب ذوق اور فطرتِ سلیمہ رکھنے والا شخص اس کتاب کا مطالعہ کرے گا اُس پر اسلامی تعلیمات کی جامعیت واضح ہو جائے گی اور غیر اسلامی رسومات کی برائیاں بھی سامنے آجائیں گی۔

قرآن اکیڈمی لاہور میں ایک روح پرور تقریب

جو رجوع الی القرآن پارٹ I، II کی تکمیل پر طلبہ میں تقسیم اسناد کے سلسلہ میں منعقد ہوئی

ندیم سہیل

مورخہ 25 مئی 2012ء کو رجوع الی القرآن کورسز پارٹ I اور II سیشن 12-2011 کی تقریب تقسیم اسناد قرآن اکیڈمی لاہور میں منعقد ہوئی۔ اس تقریب کی صدارت ڈاکٹر ابصار احمد، صدر مرکزی انجمن خدام القرآن نے کی جبکہ مہمانِ خصوصی امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید تھے۔ تقریب کے آغاز میں اس کورس کے استاد اور مرکزی کوآرڈینیٹر محمد رشید ارشد نے حالیہ سیشن میں پڑھائے گئے مضامین اور اساتذہ کا تفصیلی تعارف کروایا۔ اس کے بعد انہوں نے پارٹ I اور II کے بعض اساتذہ کو اظہارِ خیال اور تاثرات بیان کرنے کے لیے سٹیج پر آنے کی دعوت دی۔

رجوع الی القرآن کی تکمیل کرنے والے طلبہ کے تاثرات

پارٹ I کے طالب علم حسان صادق، جنہوں نے اس کورس میں پہلی پوزیشن حاصل کی، تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا:

''مجھے قرآن اکیڈمی میں رجوع الی القرآن کورس کے دوران بنیادی طور پر دو چیزوں نے بہت متاثر کیا اور میں سمجھتا ہوں ان چیزوں کا اس طرح کے کسی دوسرے ادارے میں ملنا مشکل ہے۔ پہلی چیز جو سب سے اہم ہے وہ یہ کہ اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کا احساس ہوا۔ یہاں آنے سے پہلے بھی دین سے ایک تعلق اور دینی لوگوں میں اٹھنا بیٹھنا تھا لیکن اس میں ایک خامی یہ تھی کہ نظر زیادہ تر اپنے نفس کی بجائے دوسروں کی اصلاح پر رہتی تھی۔ لیکن یہاں اساتذہ نے اپنی کوتاہیوں اور غلطیوں پر نظر کرتے ہوئے دوسروں کی اصلاح کا درس دیا۔ یعنی سب سے پہلے اپنے نفس پر توجہ دینے کی تلقین کی۔

دوسری چیز جو مجھے بہت اچھی لگی وہ یہ کہ یہاں اساتذہ کا معیار اپنے مضمون کے حوالے سے یقیناً کسی بھی اعلیٰ یونیورسٹی سے کم نہیں ہے۔ یہاں تمام کے تمام اساتذہ اپنے مضمون میں گہری بصیرت اور سمجھ بوجھ رکھنے کے ساتھ بہت اچھی teaching skills کے حامل ہیں۔ اسی وجہ سے یہاں آنے کے بعد کوئی خلا محسوس نہیں ہوتا، ورنہ عموماً ہوتا یہی ہے کہ دینی مدارس کے اساتذہ کرام اور ہم لوگ جو یونیورسٹی کالج سے پڑھ کر آئے ہوتے ہیں ان میں ایک واضح خلیج ہوتی ہے۔ وہاں سوالات کو پسند نہیں کیا جاتا جبکہ یونیورسٹی میں سیکھنے کے عمل کا زیادہ انحصار class questioning پر ہی ہوتا ہے۔ یہاں اساتذہ سوالات کرنے کی مکمل آزادی دیتے ہیں اور ان کا تسلی بخش جواب بھی دیتے ہیں۔ میرے نزدیک یہ بہت اہم شے ہے۔ اللہ سے دعا ہے جو ہم نے یہاں سیکھا اس پر ہمیں عمل کی توفیق دے۔ آمین''

پارٹ I کے دوسری پوزیشن حاصل کرنے والے طالب علم محمد نعمان احسن نے اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا:

''تاثرات کا اظہار میرے لیے بہت مشکل کام ہے۔ اس لیے کہ تشکر اور ممنونیت کے جو جذبات دل میں موجود ہیں ان کے لیے کسی انسانی زبان میں وہ الفاظ موجود ہی نہیں جن کے ذریعہ اس کا حق ادا کیا جاسکے۔

تاہم چند چیزیں ایسی ہیں جو میں نے اس کورس کے دوران محسوس کیں، ان کا ذکر ضرور کرنا چاہوں گا۔

پہلی تو یہ ہے کہ یہاں ہر استاد نہ صرف اپنے Subject matter پر مکمل عبور رکھتا ہے بلکہ اپنی شخصیت میں بھی انتہائی زبردست اور قابل تقلید ہے اور اس حیرت میں اضافہ اس وقت ہوا جب کورس کے درمیان ہمارے استاد حافظ زبیر صاحب کو اچانک جانا پڑا۔ اس وقت دل میں ایک خوف سا محسوس ہوا کہ پتا نہیں اب اتنے Short notice پر کون دوسرا آتا ہے اور آگے کورس کیسا چلتا ہے مگر کیا کہیے کہ جب ان کی جگہ دوسرے ٹیچر آئے تو ششدر رہ گئے کہ ماشاءاللہ۔

ایسی چنگاری بھی یارب اپنی خاکستر میں تھی

ایسا لگا کہ یہاں ہر طرف ہیرے موتی بکھرے پڑے ہیں۔ اس کے لیے قرآن اکیڈمی کے منتظمین انتہائی مبارکباد کے مستحق ہیں اور یقیناً اس میں بہت اہم ہاتھ ڈاکٹر اسرار صاحبؒ کے خلوص اور قربانی کا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس ادارے پر اتنا کرم فرمایا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بہت بلند فرمائے۔

دوسری اہم بات جس نے بہت متاثر کیا وہ یہاں کے اساتذہ کی وسعت فکری ہے۔ ظاہری بات ہے کہ یہ ادارہ اور تحریک بہت حد تک ایک ہی شخصیت نے شروع کی اور خصوصاً اس کی فکری بنیادیں انہی کی دی ہوئی ہیں، ایسے میں میرا خیال تھا کہ اس میں کام کرنے والے لوگوں کی فکر اسی ایک شخصیت کے گرد گھومتی ہوگی اور خصوصی طور پر جب وہ شخصیت اتنی زبردست اور قد آور ہو۔ مگر یہاں آ کر ایک خوشگوار حیرت ہوئی کہ ایسا نہیں ہے بلکہ ہمارے اساتذہ کرام بہت وسعت نظر کے حامل ہیں۔ یہ دیکھ کر ایک اطمینان ہوا کہ الحمدللہ ہم محفوظ ہاتھوں میں ہے۔ اس میں بھی یقیناً اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت کا دخل ہے جو بانیٔ ادارہ کے خلوص کی وجہ سے اس ادارہ پر ہے۔

آخری اور شاید سب سے اہم بات جو یہاں محسوس کی وہ یہ تھی کہ آج کل فاصلاتی تعلیم کا دور ہے۔ آپ سی ڈیز، انٹرنیٹ کے ذریعے دور بیٹھے personal contact کے بغیر علم حاصل کرلیں۔ یہاں آ کر احساس ہوا کہ حقیقی علم حاصل کرنے کے لیے الفاظ کی نہیں بلکہ صحبت کی ضرورت ہوتی ہے اور الحمدللہ ہمارے اساتذہ کی صحبت ایمان میں اضافہ کا باعث بنی اور میرے خیال سے ہم لوگ جو سب سے قیمتی متاع لے کر جارہے ہیں وہ اسی صحبت کا اثر ہے۔ اللہ کرے کہ یہ اثر موت تک قائم و دائم رہے۔ (آمین)

پارٹ II کے طالب علم محمد صادق جنہوں نے پہلی پوزیشن حاصل کی، مختصراً اظہارِ خیال کرتے ہوئے اس کورس کی افادیت، اساتذہ کی محنت، لگن، شفقت اور ادارے کے بھرپور تعاون کا ذکر کیا۔

طلبہ کے تاثرات کے بعد رجوع الی القرآن کورسز پارٹ I اور II کے فارغ التحصیل ایک سابق طالب علم نور الوریٰ کی تحریر جو انہوں نے حالیہ تقریب کے حوالے سے خصوصی طور پر ارسال کی تھی پڑھ کر سنائی گئی۔ جناب نور الوریٰ نے اپنی اس تحریر میں حالیہ فارغ ہونے والے طلبہ کے نام مندرجہ ذیل پیغام دیا:

ایک سابق طالب علم نور الوریٰ کا تحریری پیغام طلبہ کے نام

''حصول علم کے سفر میں کئی بار ایسے لمحات آتے ہیں جو خوشی اور افسردگی کا ایک حسین امتزاج ہوتے ہیں۔ یہ لمحات وہ ہوتے ہیں جب طلبہ کورس کی تکمیل پر اپنی مادر علمی اور اپنے شفیق اساتذہ اور ہم مکتب ساتھیوں سے جدا ہو رہے ہوتے ہیں۔ اُس

وقت ایک طرف جدائی کا غم اور دوسری طرف تکمیل کورس کی خوشی سے طلبہ کے سینوں میں جذبات واحساسات کا ایک سمندر موجزن ہوتا ہے اور ہر طالب علم اپنے آپ کو ایک نئی دنیا میں قدم رکھتا ہوا محسوس کرتا ہے۔

آج میں اپنے قلم کے ذریعے رجوع الی القرآن کورس کے فارغ التحصیل طلبہ تک اپنے احساسات پہنچا رہا ہوں اور کامیابی سے کورس کی تکمیل پر اُن کو تہہ دل سے مبارک باد دے رہا ہوں۔

دوستو! آپ نے قرآن اکیڈمی جیسے عظیم ادارے کی پرسکون آغوش میں جو ایام گزارے اور مخلص اور قابل اساتذہ کے سائے میں جو کچھ سیکھا ہے یہ آپ کی زندگی کا ایک بہت ہی قیمتی سرمایہ ہے۔ آپ لوگوں کا سفر ختم نہیں ہوا بلکہ ابھی تو اصل سفر کا آغاز ہوا ہے۔ آپ سے اس ادارے اور ان اساتذہ کو بہت اعلیٰ وارفع امیدیں اور توقعات وابستہ ہیں۔ آپ اللہ کے چنیدہ لوگ ہیں، اللہ نے آپ کو اپنے دین کی خدمت کے لیے چُنا ہے، آپ کو علم دین کے زیور سے آراستہ کیا ہے۔ یہ کوئی معمولی مقام نہیں، یہ انبیاء کی وراثت ہے اور الحمدللہ اب آپ انبیاء کے وارث ہیں۔

آج کے بعد آپ نے ایک ایسے معاشرے کے اندر قدم رکھنا ہے جس کو باطل نظریات اور طاغوتی نظام نے شکنجے میں جکڑا ہوا ہے۔ یہ معاشرہ ایسے صالح اور باہمت افراد کا تقاضا کرتا ہے جو اس کے افراد کی دینی وروحانی تربیت کر سکیں۔ اُنہیں دین کا وفادار بنا دیں، ان کے اندر ایمان کا جذبہ بھر دیں اور قرآن کے نور سے اُن کے دلوں کو منور کر دیں۔

ہمیں اُمید ہے کہ آپ میں سے ہر نوجوان یہاں سے اس جذبے اور عزم کے ساتھ جائے گا کہ وہ اپنی ذات میں ایک داعی الی اللہ اور دین کا مخلص خادم بنے گا اور قرآن حکیم کے پیغام کو عام کرنا اپنی زندگی کا مشن بنائے گا، اور اس کے ساتھ ساتھ حصول علم کا سفر بھی جاری رکھے گا کیوں کہ علم کا میدان بہت وسیع ہے۔ ابھی آپ لوگوں نے علم کا دروازہ کھولا ہے۔ ابھی آپ کو علم کی مزید منازل طے کرنی ہیں، علم دین میں پختگی اور رسوخ پیدا کرنا ہے۔ اور اس پوری جدوجہد کے پیچھے ''اعلائے کلمۃ اللہ'' کا جذبہ اور نیت کارفرما ہونی چاہیے۔ اگر محض علم کا حصول ہی مقصد بن جائے اور عمل اس کے مطابق نہ ہو تو پھر وہ علم، علم نافع نہیں بلکہ وبال بن جاتا ہے۔ لہٰذا افراط وتفریط سے بچتے ہوئے اسلاف کی سنت کو زندہ کرنے کا عزم کیجیے اور علم وعمل کے میدانوں میں احیائے دین اور اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر اپنا تن من دھن قربان کیجیے۔

آپ کے پاس ایک اور راستہ بھی موجود ہے کہ آپ دوسرے لوگوں کی طرح حسین اور روشن مستقبل بنانے کی دوڑ میں لگ جائیں۔ زندگی کی آسائشوں اور اس کی زیب وزینت کے حصول کو اپنا نصب العین بنائیں۔ ترجیحات کا مرکز دین کی بجائے دنیا کو بنا لیں۔ اس صورت میں ایک ایک جلتے چراغ کی روشنی سے اندھیروں میں ڈوبا ہوا معاشرہ محروم ہو جائے گا، دونوں راستے آپ کے سامنے ہیں اور فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔

آخر میں ایک گزارش یہ کرتا چلوں کہ آپ میں سے ہر شخص اجتماعیت کی اہمیت و ضرورت اور اس کی افادیت سے خوب واقف ہوگا۔ عملی میدان میں آپ تن تنہا کوئی بڑا کام سرانجام نہیں دے سکتے۔ یہ اجتماعیت ہی کی برکت ہے کہ آج آپ علم کی روشنی سے منور ہو کر اپنے نئے سفر کا آغاز کرنے والے ہیں، اپنے آپ کو اجتماعیت سے جوڑے رکھیں۔ جو لوگ تنظیمِ اسلامی کے رفقاء ہیں وہ تو انشاء اللہ پہلے سے زیادہ ذمہ دار اور فعال بنیں گے اور جو طلبہ ابھی تک کسی اجتماعی جدوجہد سے وابستہ نہیں ان سے گزارش ہے کہ وہ بھی منزل کی طرف کسی رواں دواں قافلے کے ہمسفر بنیں اور اپنے آپ کو شیطان کے حملوں سے محفوظ رکھیں۔

اس دعا کے ساتھ آپ سے اجازت چاہوں گا کہ اللہ رب العزت آپ کو صحیح معنوں میں دین کا سپاہی بنا دے، اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لیے آپ کو ہراوّل دستہ بنا دے اور شیطان کے بچھائے ہوئے جال سے آپ کو محفوظ بنائے۔ آمین یا رب العالمین۔

اس پیغام کے بعد تقریب کے مہمانِ خصوصی امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کو اظہار خیال کی دعوت دی گئی۔

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کا طلبہ سے خطاب

امیر محترم نے اس تقریب سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اسلام میں علم ایک ہمہ گیر وحدت ہے اور اس اعتبار سے اس میں دینی و دنیوی علوم کی دوئی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اٹھارہویں صدی کے وسط تک ہماری علمی روایت میں دینی علوم اور عصری علوم یا سیکولر علوم کے الگ الگ میدان نہیں ہوتے تھے بلکہ روایتی مراکز علم میں دینی علوم کے ساتھ ساتھ طب، فلکیات، ہندسہ، فلسفہ، منطق اور متداول علم الکلام بھی نصاب کا حصہ ہوتے تھے۔ مزید براں علوم معاشرت، سیاست، معیشت اور دستور و قانون بھی علمِ دینی کا لازمی جزو ہوتے تھے۔ لیکن پھر عالم اسلام پر یورپی اقوام کے تسلط اور سائنس کے میدان میں اقوام مغرب کی بے پناہ ترقی کے نتیجے میں جب عالم اسلام شدید ذہنی مرعوبیت کا شکار ہوا اور ایمان و یقین کی بنیادیں متزلزل ہونے لگیں تو علماء نے اپنے دینی علمی ورثے کی حفاظت کی خاطر انگریزی زبان، انگریزی تہذیب اور سائنس و عصری علوم سے قطع تعلق کی پالیسی اختیار کر لی۔ جس کے باعث اگرچہ دین کی حفاظت کا سامان تو ہوا لیکن اس کے ساتھ علم کی اس وحدت میں بھی شگاف پڑ گیا اور عصری علوم کا دائرہ کار دینی علوم یعنی قرآن وحدیث، فقہ اور علم الکلام سے علیحدہ ہوتا چلا گیا۔ لہٰذا عصری اور دینی تعلیم کے لیے الگ الگ ادارے اور مدارس وجود میں آتے چلے گئے۔

بیسویں صدی میں احیائے دین کی کوششوں کے ذیل میں علوم کی اس دوئی کو ختم کرنے کی کوششیں شروع ہوئیں۔ چنانچہ مولانا ابوالکلام آزاد اور علامہ اقبال دونوں نے اس کام کی اہمیت کو نہ صرف محسوس کیا بلکہ اس مقصد کے لیے اداروں کے قیام کی کوششیں بھی کیں۔ تاہم اس سلسلے میں خاطر خواہ نتائج حاصل نہ ہو سکے۔ آج سے لگ بھگ تیس سال قبل بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے علم کی ان دو شاخوں کو یکجا کرنے کے جذبے سے ایک سالہ اور دو سالہ رجوع الی القرآن کورسز کا اس طور سے آغاز کیا کہ جدید تعلیم یافتہ افراد کو قرآن وحدیث کے علم سے مزین کیا جائے اور انہیں عربی زبان، صرف ونحو، ترجمہ وتفسیر، حدیث اور سب سے بڑھ کر یہ کہ احیائے دین کی اہمیت کے حوالے سے قرآنی فکر وفلسفہ سے روشناس کیا جائے اور انہیں ایک باعمل داعی دین اور داعی الی القرآن بنایا جائے۔ پڑھے لکھے لوگوں کے حوالے سے علم دین کے حصول کی اہمیت بیان کرتے ہوئے بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ فرمایا کرتے تھے کہ جن لوگوں نے پندرہ پندرہ، سولہ سولہ سال دنیوی علوم حاصل کرنے میں صَرف کر دیئے ہوں اور اس کے لیے اجنبی زبانیں سیکھی ہوں، قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کیا عذر پیش کر سکیں گے کہ انہوں نے اللہ کی کتاب اور اس کے دین کے تقاضے سمجھنے کے لیے عربی زبان بھی نہ سیکھی اور اس کام کے لیے اپنی زندگی میں ایک سال بھی نہیں نکالا!!

رجوع الی القرآن کورس کا اصل فوکس قرآنِ مجید ہے لیکن اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ ہم قرآن وحدیث کو الگ الگ اہمیت دیتے ہیں۔ ہمارے نزدیک قرآن وسنت

ایک ہی حقیقت کے دو پہلو ہیں۔ لہٰذا قرآن فہمی میں حدیث کے فہم کی شدید ضرورت ہے، اس لیے علم حدیث اس کورس کا لازمی حصہ ہے۔ مزید براں فکری و عملی رہنمائی کے حوالے سے اس کورس کا اہم ترین حصہ قرآن حکیم کا وہ ''منتخب نصاب'' ہے جس میں شامل آیاتِ قرآنیہ اور احادیث نبویہ کی روشنی میں نہ صرف یہ کہ دین کا ایک جامع اور ہمہ گیر تصور طلبہ کے سامنے آتا ہے بلکہ دینی فرائض کا ایک جامع' متوازن اور معتدل تصور بھی نکھر کر واضح ہوتا ہے۔ اللہ کے فضل و کرم سے اس کاوش کو علمی حلقوں میں پذیرائی حاصل ہوئی ہے اور دین اسلام کے اجتماعیات انسانی کے انفرادی اور اجتماعی دونوں گوشوں پر محیط ہونے کا نظریہ بھی تیزی سے مقبول ہو رہا ہے۔ خطاب کے آخر میں امیر محترم نے کورس کی تکمیل کرنے والے طلبہ سے فرمایا کہ اس کورس کو مکمل کرنے کے بعد ابھی آپ پر صرف علم کے شہر کا دروازہ کھلا ہے۔ علوم دینیہ کا میدان بہت وسیع ہے۔ اس کورس کا اصل فائدہ یہ ہے کہ قرآن حکیم کے ساتھ کہ جو تمام علوم کا منبع اور ایمان و یقین کا سرچشمہ ہے، آپ کا ذہنی و قلبی رابطہ استوار ہوا ہے اور دینی علوم سے ابتدائی آگاہی ہوئی ہے اور اس اعتبار سے آپ لائق مبارک باد ہیں۔

تقریب کے آخر میں مرکزی انجمن خدام القرآن کے صدر ڈاکٹر ابصار احمد صاحب کو صدارتی کلمات پیش کرنے کی دعوت دی گئی۔

مرکزی انجمن خدام القرآن کے صدر ڈاکٹر ابصار احمد کا خطاب

ڈاکٹر ابصار احمد نے اپنے خطاب میں فرمایا:

مرکزی انجمن خدام القرآن کے تحت ہونے والے ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس کو الحمدللہ بہت زیادہ پذیرائی ملی ہے۔ اس کورس کی تاریخ تقریباً دو عشروں پر محیط ہے۔ اس کورس سے دنیا بھر کے طلبہ نے استفادہ کیا۔ کئی لوگوں نے امریکہ و برطانیہ سے شدِ رحال کر کے قرآن اکیڈمی میں قیام کر کے اس کی تکمیل کی۔ ان میں سے بعض لوگ اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے اور اپنی اپنی فیلڈز میں ماہر تھے۔ 9/11 کے بعد ویزہ لینے میں دشواریاں پیدا ہونے سے غیر ملکی طلبہ کی آمد میں کمی واقع ہوئی ہے۔ گویا نام نہاد دہشت گردی کے اثرات ہر جگہ مرتب ہوئے ہیں۔ تاہم اس سال بھی ایک نوجوان سری نگر (مقبوضہ کشمیر) اور دو حضرات قطر سے حصولِ علم کے لیے یہاں تشریف لائے ہیں۔

آپ لوگ بفضلہ تعالیٰ اس کورس کی تکمیل کر کے جا رہے ہیں۔ آپ کے سامنے سابقہ طالب علموں کا نمونہ رہنا چاہیے۔ جن میں سے بعض طلبہ نہایت اعلیٰ سطح پر دین کے پیغام کو عام کر رہے ہیں۔ جناب ڈاکٹر باسط بلال کوشل صاحب یہاں آپ کی طرح زیر تعلیم رہے ہیں۔ اس وقت وہ Lums میں پڑھا رہے ہیں۔ جو جامعات میں ایک اہم نام ہے۔ ڈاکٹر احمد افضال میڈیکل کے شعبہ سے وابستہ تھے۔ دینی علم کے حصول کی تڑپ انہیں کھینچ کر یہاں لے آئی۔ ایک سالہ کورس مکمل کرنے کے بعد سہ ماہی Quranic Horizon بڑی عمدگی سے نکالتے رہے۔ بعد ازاں انہوں نے امریکہ میں ڈاکٹریٹ مکمل کی۔ انہوں نے جو کچھ سیکھا اس کا اعلیٰ علمی سطح پر ابلاغ کر رہے ہیں اور اس ادارے سے ان کی جو affiliation رہی اس کو بتانے میں کبھی بخل سے کام نہ لیا۔ ابھی حال ہی میں انہوں نے Real Task Ahead Islamic Renasence: کا انگریزی ترجمہ دوبارہ کیا اور اس پر ایک جامع commentry لکھی ہے، انٹرنیٹ پر اس کو پڑھا جا سکتا ہے۔

ایک اور نوجوان مہان مرزا بھی قابل ذکر ہیں جو اپنی اہلیہ محترمہ کے ہمراہ یہاں رجوع الی القرآن کورس کرنے کے لیے امریکہ سے آئے۔ اس کورس کی تکمیل کے بعد انہوں نے مزید اسلامی تعلیم حاصل کرتے ہوئے Yale یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی۔ گویا یہ کورس ان کی اعلیٰ تعلیم کا سنگِ بنیاد بنا ورنہ وہ اصلاً مکینیکل انجینئرنگ کے گریجویٹ تھے۔ وہ ڈاکٹر اسرار احمد ؒ کے دروس قرآن سے متاثر ہو کر اس کورس میں تشریف لائے تھے۔ اس کورس کی بدولت انہیں اسلام کے بارے میں مزید شرح صدر حاصل ہوا۔ اب وہ امریکہ کے زیتونہ کالج میں تدریس کر رہے ہیں۔ یہ اور ان جیسے سینکڑوں لوگ اس کورس سے مستفید ہو چکے ہیں جن کے یہاں آنے میں برادر محترم ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم و مغفور کے دروس قرآنی خاص محرک تھے۔ ان لوگوں نے یہاں سے فارغ ہونے کے بعد مزید علم حاصل کیا اور اپنی بہترین صلاحیتوں کو دین کے احیاء کے لیے وقف کیا۔ اس وقت تنظیم اسلامی کی اکثر و بیشتر قیادت اور تنظیم کے اہم مناصب پر فائز بیشتر ذمہ دار قرآن اکیڈمی لاہور کے زیر اہتمام ہونے والے اس رجوع الی القرآن کورس کے فارغ التحصیل ہیں۔ ان میں سے کئی حضرات علمی حوالے سے دینی مدارس سے فارغ التحصیل علماء سے کسی طور پر کم نہیں ہیں۔ یہاں سے فارغ ہونے کے بعد یہ لوگ دینی علوم کی روشنی میں جدید مسائل کو بھی حل کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔

کورس کے شرکاء سے درخواست ہے کہ آپ اپنے احباب اور متعلقین کو اس کورس میں داخلے کے لیے آمادہ کریں۔ یقیناً یہ کورس ان کی دنیا و آخرت کی بہتری کے لیے کارگر ثابت ہوگا۔ یہ کورس صرف دینی معلومات کے اضافہ کا باعث نہیں ہے بلکہ یہ Humanities میں مضبوط بنیادیں فراہم کرتا ہے۔ یہاں پر صرف صبح کے اوقات میں ہی دینی علم حاصل کرنے کا موقع نہیں ہے بلکہ یہاں جاب والے حضرات کے لیے شام کے اوقات میں بھی مختلف کورسز سال بھر جاری رہتے ہیں جن میں داخلہ کے ذریعے عربی زبان سے ضروری واقفیت کے بعد قرآن مجید کو سمجھا جا سکتا ہے۔ یہاں ہونے والے کورسز میں عربی زبان' تجوید اور فہم قرآن پر زیادہ focus کیا جاتا ہے۔

مرحوم ڈاکٹر صاحب صرف علم کے حصول پر ہی زور نہیں دیتے تھے بلکہ تحصیل علم کے ساتھ ساتھ عمل پر بھی توجہ دینے کے لیے کہتے تھے۔ کیونکہ ہمارا دین علم و عمل کو ایک وحدت کے طور پر دیکھتا ہے۔

آخر میں پاس ہونے والے طلبہ میں اسناد اور پہلی' دوسری اور تیسری پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ میں انعامات بھی تقسیم کیے گئے۔

رحمت اللہ بٹر صاحب کی دعا پر یہ مبارک تقریب اپنے اختتام کو پہنچی۔

رجوع الی القرآن کورس (پارٹ I اور II)
کے طلبہ متوجہ ہوں!

مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور کے تحت قرآن اکیڈمی لاہور سے گزشتہ سالوں میں جن حضرات نے رجوع الی القرآن کورسز پارٹ I یا پارٹ II میں داخلہ لیا، کورس مکمل کیا، جز وقتی شرکت کی یا کسی وجہ سے مکمل نہ کر سکے اُن حضرات سے درخواست ہے کہ نیچے دیئے گئے نمبرز یا ای میل ایڈریس پر اپنے مندرجہ ذیل کوائف مہیا کر دیں۔

نام: ____________ ولدیت: ____________

پارٹ I ☐ پارٹ II ☐ دونوں ☐

سیشن: پارٹ I ______ پارٹ II ______

شرکت کی کیفیت: مکمل ☐ جز وقتی ☐ نامکمل ☐

موبائل نمبر: ____________ ای میل ایڈریس: ____________

موجودہ پتہ: ____________

المعلن: محمد رشید ارشد (0300-4106569)

برائے رابطہ: ندیم سہیل 0322-4371473 ای میل: irts@tanzeem.org

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

نائب ناظمہ تنظیم اسلامی کا دورہ پشاور

نائب ناظمہ اَمۃ المعطی نے 31 مارچ اور یکم اپریل کو پشاور کا دورہ کیا۔ اس سلسلے میں وہ دن تین بجے پشاور تشریف لائیں۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز چار بجے ہوا۔ پروگرام کی میزبانی مسز خورشید انجم نے کی۔ پروگرام کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا جس کی سعادت بنت حاجی خدا بخش نے حاصل کی اور نعت کی سعادت کم عمر رفیقہ بنت عبدالوحید نے حاصل کی۔ پھر مسز جان نثار اختر جو کہ نوشہرہ اُسرہ کی معاون ہیں، نے تنظیمی جائزہ پیش کیا۔ بعدازاں مسز طارق خورشید نے پشاور میں حلقہ خواتین کی تنظیمی سرگرمیوں کی جائزہ رپورٹ پیش کی۔ انہوں نے بتایا کہ تنظیم اسلامی پشاور کی مزید تین تنظیموں میں تحلیل کے بعد اُسرہ خواتین کو تنظیم اسلامی پشاور شمالی کے تحت کر دیا گیا۔ الحمد للہ تب سے ماہانہ دو پروگرام یعنی ایک اُسرہ اور ایک دعوتی پروگرام باقاعدگی سے ہو رہے ہیں۔ چونکہ پشاور شہر بہت بڑا ہے اور ٹریفک کے مسائل کی وجہ سے دور دراز علاقوں کی رفیقات کا وقت پر پہنچنا مشکل ہوتا تھا، اس لئے تین ماہ قبل ایک دوسرا اُسرہ بنایا گیا۔ انہوں نے بتایا کہ پشاور میں رفیقات کی کل تعداد 38 ہے، جن میں ماہانہ رپورٹ دینے والی 23 رفیقات ہیں۔ انفاق فی سبیل اللہ دینے والی 12 رفیقات ہیں اور غیر فعال 8 رفیقات ہیں۔

اس کے بعد باری باری تمام رفیقات نے اپنا مختصر تعارف کروایا۔ نائب ناظمہ اَمۃ المعطی نے اپنے خطاب میں سورۃ العصر کے حوالے سے رفیقات کو یاد دہانی کروائی اور شعوری طور پر فرائض کی ادائیگی کی تلقین کی۔ آپ نے ہر رفیقہ کو تقویٰ اختیار کرنے اور شعوری ایمان کیلئے موت کو بکثرت یاد کرنے کی تلقین کی۔ بعد میں دعا کروائی گئی۔ سوال و جواب کی نشست کے ساتھ ہی 31 مارچ کا پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

بروز اتوار یکم اپریل کو دعوتی پروگرام کا اہتمام کیا گیا، پروگرام کا باقاعدہ آغاز صبح ساڑھے دس بجے تلاوت کلام پاک سے ہوا، جس کی سعادت کم عمر حافظ احمد طارق کو حاصل ہوئی اور ان کی چھوٹی بہن بنت طارق خورشید نے حمد سنائی۔ میزبان نے مختصراً تنظیم اسلامی کا تعارف کروایا، جس میں بتایا گیا کہ تنظیم کا نصب العین اللہ کی رضا اور اُخرت کی فلاح ہے۔ اجتماعی سطح پر اللہ کے دین کا قیام ہے جس کا دائرہ کار اپنی ذات اور اپنے گھر سے شروع ہوتا ہے۔

رفیقہ تنظیم بنت عبدالمجید نے نماز کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور بتایا کہ ہم خواتین کی ذمہ داری ہے کہ گھروں میں نمازوں کا اہتمام بچوں اور بڑوں میں کروایا جائے۔ رفیقہ نے سورۃ المائدہ کی آیات 77، 78 کا مختصر ترجمہ اور تشریح کی۔ بعدازاں موقع کی مناسبت سے مسز طارق نے اپریل فول کے پس منظر پر روشنی ڈالی اور بتایا کہ یہ مسلمانوں کو بیوقوف بنانے کی سازش ہے اور گناہوں اور معاشرتی برائیوں کا مجموعہ ہے، جس میں ہمیشہ جھوٹ کا سہارا لیا جاتا ہے۔

اس کے بعد نائب ناظمہ نے سورۃ آل عمران کی آیات 101 تا 110 کی روشنی میں تقویٰ کا مفہوم سمجھایا۔ اس کے لئے قرآن کو سمجھ کر پڑھنے اور عمل کرنے کی تلقین کی۔ بعدازاں مسز خورشید انجم نے قربانی کی حیثیت کے بارے میں بتایا کہ قربانی صرف مال ہی کی نہیں بلکہ اپنے جذبات، خواہشات اور حقوق کو بھی قربان کرنے کو کہتے ہیں۔

اس کے بعد نماز ظہر ادا کی گئی اور کھانا کھلایا گیا۔ اس پروگرام میں 200 کے قریب خواتین نے شرکت کی۔ اس موقع پر مختصر مکتبہ لگایا اور فری لٹریچر بھی تقسیم کیا گیا۔

(رپورٹ: حلقہ خواتین خیبر پختونخواہ جنوبی)

حلقہ کراچی شمالی کے زیر اہتمام دعوتی کیمپ

حلقہ کراچی شمالی کے علاقے ناظم آباد میں یکم مئی 2012ء بروز منگل کو توسیعی دعوت کا پروگرام منعقد ہوا۔ جس میں حلقہ کی تمام تناظیم نے حصہ لیا۔ اس پروگرام کی میزبان ناظم آباد تنظیم تھی۔ مقامی امیر جناب خالد بشیر نے مشاورت کے بعد جناب فیض پاشا کو نظامت کی ذمہ داری دی۔ بعدازاں ناظمِ پروگرام نے تمام امور پر مشاورت کی اور معاملات کو آخری شکل دی۔ تشہیری مہم کے لیے 6000 ہینڈ بلز، 30 پول ہینگرز اور 12 بینرز چھپوائے گئے۔ پول ہینگرز رفقاء تنظیم نے مختلف مقامات پر ایک ہفتے پہلے آویزاں کر دیئے گئے۔ جبکہ بینرز 3 دن پہلے لگوائے گئے۔ اس کے علاوہ اسروں کی سطح پر بھی ہینڈ بلنگ کی گئی۔ خاص طور پر ناظم آباد نمبر 1 کے علاقے کو ٹارگٹ کیا گیا، جہاں پر کیمپ کا انعقاد ہونا تھا۔ ناظمِ پروگرام نے اپنی ٹیم کے ہمراہ کیمپ کے علاقے کا دورہ کیا اور ملحقہ علاقے کو 15 زونز میں تقسیم کیا اور 15 رہبر مقرر کئے۔

ناظم آباد کی تمام مساجد کے ائمہ کرام کو دعوتی خطوط بالمشافہ ملاقات کے ذریعے دیئے گئے اور اُن کو پروگرام میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ مقامی تنظیم کے رفقاء کی کثیر تعداد صبح ساڑھے دس بجے کیمپ میں موجود تھی۔ ایک اشتہاری ٹرک کے ذریعے احباب کو شام کے پروگرام میں شرکت کی دعوت دی گئی۔

سہ پہر ساڑھے تین بجے حلقہ کے رفقاء مجاہد پارک میں جمع ہونا شروع ہو گئے۔ جناب حافظ اسامہ علی نے ”دعوت دین کی فرضیت، فضائل اور آداب“ کے حوالے سے گفتگو کی۔ بعدازاں حلقہ کے ناظم دعوت جناب عامر خان نے 13 ٹیمیں تشکیل دیں۔ جو تقریباً پانچ بجے مقرر کردہ علاقوں میں پہنچ گئیں۔ عصر تا مغرب گشت کے ذریعے پروگرام کی دعوت دی گئی۔ 3 ٹیمیں مغرب سے کچھ پہلے واپس آ گئیں جنھوں نے گشت سے متعلق تاثرات بیان کئے۔ بعد نمازِ مغرب پروگرام کا آغاز ہوا۔ جناب فاروق احمد نے تلاوتِ قرآن پاک کی ذمہ داری سرانجام دی۔ اس کے بعد نعتِ رسول مقبول جناب سعد خورشید نے پیش کی۔ اس کے بعد ”حبِ رسول ﷺ اور اس کے تقاضے“ کے موضوع پر جناب عامر خان کا خطاب ہوا۔ خطاب میں تقریباً 225 حضرات، 70 خواتین اور 150 رفقاء نے شرکت کی۔

جناب عامر خان کے خطاب کا دورانیہ 45 منٹ تھا۔ جس میں جناب عامر خان صاحب نے بڑی وضاحت اور آسان فہم انداز میں حضور اکرم ﷺ سے ہماری محبت کیسی ہو، اور اس کے کیا تقاضے ہونے چاہئیں، اور ہم کیسے اس پر عمل پیرا ہوں، پر اظہار خیال کیا اور تنظیم کی دعوت بڑے بھرپور انداز میں حاضرین کے سامنے رکھی۔ عشاء کی اذان کے بعد دعا پر پروگرام کا اختتام ہوا۔

بعد نمازِ عشاء امیر حلقہ جناب اظہر ریاض نے ناظم آباد تنظیم کے رفقاء کی کاوشوں اور محنتوں کو سراہا۔ اور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کی سعی کو مقبول و منظور فرمائے۔

(رپورٹ: ارشد حسین)

میثاق، حکمتِ قرآن اور ندائے خلافت کے تازہ اور سابقہ شمارے
تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ www.tanzeem.org پر ملاحظہ کیجیے

Syed Hussain Pasha

WHAT IS EXPECTED OF MUSLIMS

Muslims are God's people on earth. There are expectations that are associated with that exalted position. Expectations that humanity has from Muslims — that all of Allah's creation has from Muslims --- And, more than anything or anyone else, expectations that God Almighty has from Muslims. Also, expectations that we all must have from each other --- as Muslims and as civilized people on earth.

Therefore, if we are Muslims in the truest sense of that expression, here is what we must expect from us --- each one of us, from each and every one of us. Not so much from "others", but from ourselves. And yet, also, at the same time from each other. For, believers are supposed to be the mirror of one another, as the Hadith Sharif puts it.

- We must expect that each one of us will take personal responsibility for this work --- for, let us say, the next 50 years --- for the work of taking the Quran to every home and heart that needs it. And which one does not?
- For taking the message of the Deen of Islam to all of humanity in every part of the world --- For informing the whole world about Allah and his Rasul ﷺ and about the Quran and its most amazing and ever-fresh and ever-living message.
- For inviting everyone everywhere to come to their Creator; and to say "Yes!" to their Lord & Master: God Almighty, Allah *subhaanahu wa ta'alaa*.

Here is your own personal dictionary to help you understand the Arabic expression: *subhaanahu wa ta'alaa*. It is actually a part of the Quran, did you know that? The expression "*Subhaanahu*" means a bit like *Hallelujah*. It means, "May He be glorified!" It means He is free from all limits and blemishes. "*wa*" means "and" and "*ta'alaa*" means He is high --- most high; above and beyond. Islam teaches us to use those expressions of glorifying God whenever we mention His name. It is like the Bible teaches us not to take God's name in vain. Like I said before, it is from the Quran --- this expression *subhaanahu wa ta'alaa* I mean. Do you see how seamless is the flow of divine guidance between the Quran and the Bible?

So, if we are Muslim, we must commit ourselves to take God's message to the rest of humanity for the rest of our life. And we must do that regardless of who else does what. That means regardless of who else does what, we will do what we must.

And, at the same time, do so within the parameters that Islam defines: of doing it within the limits of the law and decency and keeping in mind the imperatives of common compassion and human decency. Using altogether nothing but a most beautiful approach, as the Quran puts it: *wal mawu'izwatil hasanah*. And of course to the extent possible within the guidelines specified by the Jamaat we are working with. And, to the extent possible, without impulsive and unauthorized innovations.

Does anyone see how beautifully the concept of "innovations" fits into this? *Bid'ah*, that is what the Hadith Sharif calls it --- Prophet Muhammad ﷺ that is, in the collection of his sayings (called Hadith) that the world has taken such amazing care to preserve and to protect over the past 1400 years. Now get ready for this: Hadith is the only true record of any people, place, personality, culture or historical event in existence anywhere. It is all first-hand eyewitness account. And it is all confirmed and verified and validated multiple times over, in most cases, by witnesses and participants of unimpeachable character and extraordinary personal and psychological abilities and powers and prowess such as memory and recall --- and truthfulness. Everything else in the world of that nature --- whether it is ancient history or modern media accounts of what

passes for reality --- comes nowhere near Hadith. All these other things --- whether it is history or journalism --- are at worst make-believe and smoke-and-mirrors and at best shoddy fragments of hearsay reality and gossip filtered through a host of personal and social agendas and preferences and pieced together at will for desired effect, often driven by profit motive. That is what the Hadith is --- it is very different --- it stands in a very different class of its own, and that is how it compares and contrasts with what is called history and journalism in our world.

In any case, that is what each and every Muslim is supposed to do --- in every part of the world: Take personal responsibility for taking the message of the Quran to everyone everywhere. There are no ifs and buts about it. But, by and large, Muslims are not doing this --- they are not doing their job. Muslims are not working day and night to take the message of the Quran to every home and heart that needs it --- and which one does not?

In other words, Muslims are not manning their post. They are not doing their job. Muslims have abandoned their post and they are what is called AWOL: absent without leave. As a result, the world is in a sorry and pitiable state. Quran says it most succinctly: *Innal insaana lafi khusr*: "Humanity is in terrible shape".

And, of course, Muslims are a part of this mess --- the much of which they created by abandoning their post and relinquishing their responsibility that was given to them by Allah. Surah *Al-Asr* (103; 1-3) summarizes the whole situation most beautifully and clearly in three passages totaling no more than 14 words. I suggest you read it and ponder over it.

And then there is this Ayah Karimah which says: *Kuntum khayira ummatin ukhrijat linnaasi ta'muroona bil-ma'roofi wa tanhawuna 'anil munkari*:

> "You are the finest nation, Raised up for People. You tell People to do good things. And you tell People not to do bad things." [3:110]

So, where are the Muslims who will respond to this call --- and return to their post? And rededicate themselves to their divinely assigned job of taking the message of the Quran to every home and heart that needs it --- and which one does not?

(*Courtesy: Radiance Viewsweekly*)

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ منفرد اُسرجوہرآباد کے مبتدی رفیق حافظ محمد اخلاق صاحب کے بہنوئی کرنٹ لگنے سے وفات پاگئے

☆ تنظیم اسلامی بہاولپور کے امیر جناب میجر(ر) ڈاکٹر محمد انور کے بہنوئی بقضائے الٰہی وفات پاگئے

☆ غازی پور کے رفیق جام ربنواز کی ہمشیرہ وفات پاگئیں

☆ ملتان کے مبتدی رفیق جناب وسیم الحق کے والد محترم وفات پاگئے

☆ تنظیم اسلامی حلقہ کراچی شمالی کے رفیق جناب سید عرفان نصیر کے والد وفات پاگئے

☆ حلقہ کراچی شمالی کے رفیق جناب پرویز بدر صدیقی کی زوجہ محترمہ وفات پاگئیں

اللہ تعالیٰ مرحومین ومرحومات کی مغفرت فرمائے

قارئین ندائے خلافت اور رفقاء واحباب سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

شِرک کی حقیقت اور اس کی اقسام سے واقفیت' اور دورِ حاضر کے شِرک سے آگاہی حاصل کرنے کے لیے مطالعہ کیجیے:

حقیقت واَقسامِ شرک

بانئ تنظیم اسلامی

محترم **ڈاکٹر اسرار احمد** رحمۃ اللہ علیہ

کے چھ فکر انگیز خطابات

❁ معیاری کمپیوٹر کمپوزنگ ❁ عمدہ طباعت ❁ 128 صفحات

قیمت: اشاعت عام: 60 روپے' اشاعت خاص: 90 روپے

شائع کردہ: **مکتبہ خدام القرآن لاہور**

36۔کے' ماڈل ٹاؤن لاہور۔ فون: 3-35869501

email: maktaba@tanzeem.org Website: **www.tanzeem.org**